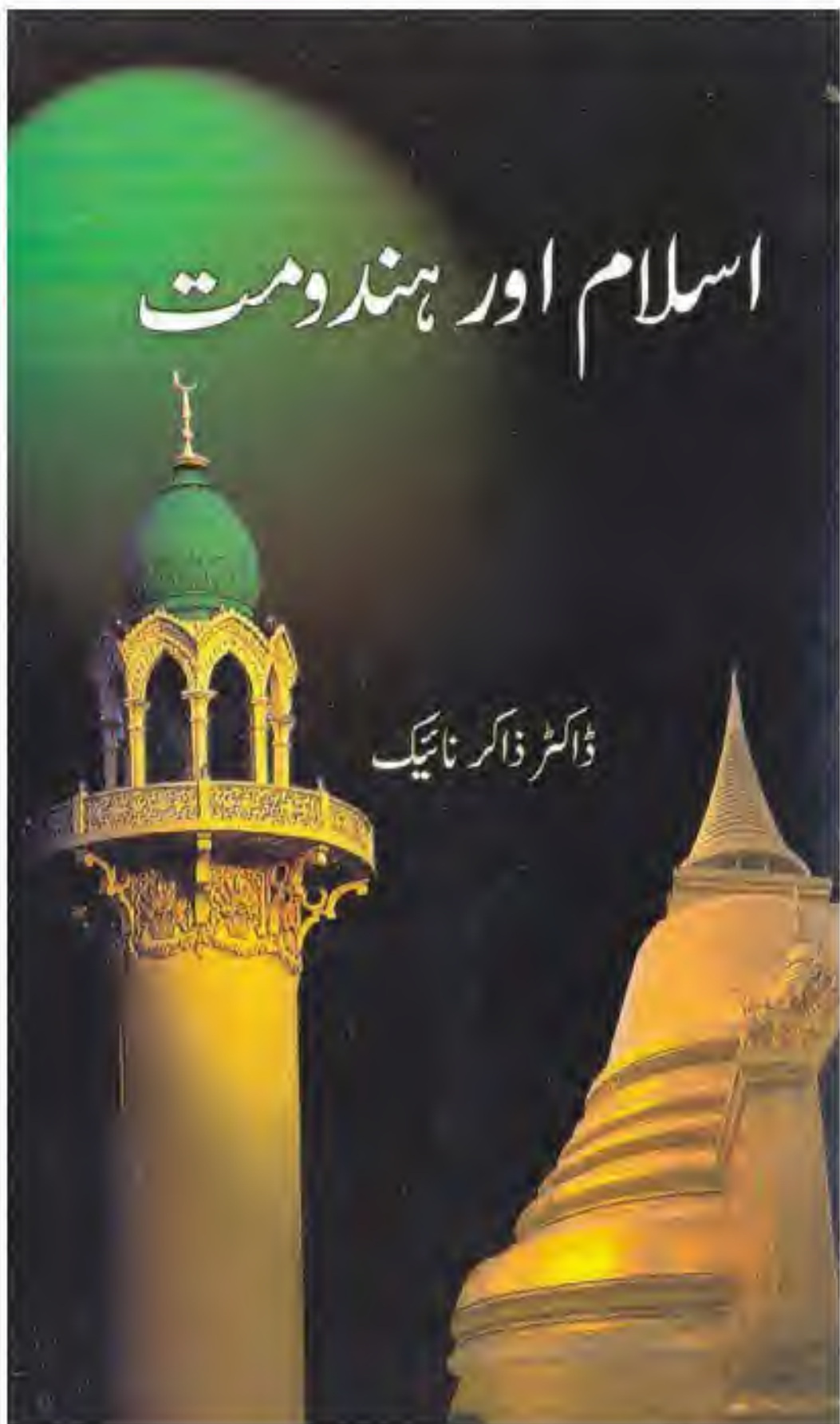


اسلام اور ہندومت

ڈاکٹر ذاکر نائیک





مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلام اور ہندومت

اسلام اور ہندومت

ڈاکٹر ذاکر نائیک

مترجم

سید امتیاز احمد

دارالنبیاء

الحمد مارکیٹ، آرزو بازار، لاہور

ترتیب

تعارف

- ۱۱ ہندومت کا تعارف
۱۲ ہندومت کی تعریف
۱۳ اسلام کا تعارف
۱۳ مسلمان کی تعریف
۱۳ ایک عام غلط فہمی

ایمانیات

- ۱۴ ہندومت کی ایمانیات (بنیادی عقاید)
۱۵ ہندومت میں تصور خدا
۱۵ فرق "S" کا ہے
۱۶ جھکو گیتا
۱۶ اپنشد
۱۹ وید

فرشتے

- ۲۵ اسلام میں فرشتوں کا تصور

۲۵ ہندومت میں فرشتوں کا تصور

ہندومت کے متون مقدسہ

۲۷ تعارف

ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر

۲۹ وید

۳۰ ایشد

۳۱ پُران

۳۲ بخوش پُران میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر

۳۹ محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پیش گوئی

۴۱ پہلا منتر

۴۱ دوسرا منتر

۴۱ تیسرا منتر

۴۱ چوتھا منتر

۴۱ پانچواں منتر

۴۱ چھٹا منتر

۴۲ ساتواں منتر

۴۲ آٹھواں منتر

۴۲ دسواں منتر

۴۲ گیارھواں منتر

۴۲ بارھواں منتر

۴۲ تیرھواں منتر

۴۳ چودھواں منتر

ویدوں کی مزید پیش گوئیاں

- ۵۲..... فتح مکہ
۵۳..... سام وید کی پیش گوئی

(حصہ دوم)

ہندوؤں کی جانب سے عام طور پر اسلام کے بارے میں
پوچھے جانے والے سوالات

- ۵۷..... کیا ویدوتی خداوندی ہیں؟
۵۷..... قرآن میں چار کتابوں کا ذکر ہے۔
۵۸..... سابقہ کتب خاص قوموں کے لیے تھیں۔
۵۸..... قرآن پوری بنی نوع انسان کے لیے ہے۔
۵۹..... ہندوستان میں کون سی وحی نازل ہوئی؟
۶۰..... بالفرض اگر وہ الہامی ہیں؟
۶۱..... کیا رام اور کرشن پیغمبر تھے؟
۶۱..... چند پیغمبروں کے ہی واقعات بیان کیے گئے۔
۶۲..... بعض انبیاء کے نام بتائے گئے۔
۶۲..... ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر۔
۶۲..... انبیاء صرف اپنی امتوں کے لیے۔
۶۳..... حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔
۶۳..... حضرت محمد ﷺ کی نبوت پوری انسانیت کے لیے۔
۶۴..... ہندوستان میں کون سے پیغمبر تشریف لائے؟
۶۴..... اگر وہ پیغمبر تھے بھی؟

- ۶۴ ہندومت کے اوتار
- ۶۶ اوتاروں کی تعداد
- ۶۶ حلول کا عقیدہ
- ۶۷ بنانے والا صرف ایک ہدایتی کتابچہ فراہم کرتا ہے
- ۶۸ تصویر آئرت
- ۶۸ دنیاوی زندگی امتحان ہے
- ۶۹ قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
- ۶۹ جنت
- ۷۰ دوزخ
- ۷۰ ”پہر جہنم“ تیار نہیں ہے
- ۷۱ ویدوں میں تصور حیات بعد الموت
- ۷۱ سورگ کا تصور
- ۷۲ نرک کا تصور
- ۷۳ تصور تقدیر
- ۷۳ حالات میں فرق کا سبب
- ۷۳ موجودہ زندگی ایک امتحان ہے
- ۷۵ ہندومت میں حیات بعد الموت کا تصور
- ۷۶ کرم سبب اور نتیجے کا قانون
- ۷۶ دھرم فرائض
- ۷۷ مکشا آداگون سے نجات
- ۷۷ یہ عقیدہ ویدوں میں نہیں ہے
- ۷۸ کیا خدا مبادلہ ہے؟
- ۷۹ فیصلہ امتحان کے مطابق ہوگا

- ۸۰ بت پرستی کا مقصد؟
- ۸۰ بکلی چمکنے کی مثال
- ۸۲ کیا مسلمان کعبے کو پوجتے ہیں؟
- ۸۲ کعبہ زمین کا مرکز ہے
- ۸۲ طواف کعبہ، اقرارِ توحید

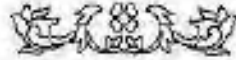
(ضمیمہ)

ہندو دھرم ایک مطالعہ

(ڈیوڈ اے براؤن برترجم فییم اختر ندوی)

- ۸۵ الف۔ ہندو ازم کیا ہے؟
- ۸۷ ب۔ ہندو ازم کی مقدس کتابیں
- ۹۰ ج۔ ہندو ازم کی تاریخ
- ۹۱ ۱۔ ویدوں کا دور ۶۰۰-۲۰۰ ق۔ م
- ۹۳ ۲۔ رگ و عمل کا دور ۲۰۰-۶۰۰ ق۔ م
- ۹۵ ۳۔ رزمیوں اور پرائوں کا دور ۲۰۰ ق۔ م سے ۱۰۰ ق۔ م
- ۹۷ ۴۔ بھگتی کا دور ۱۰۰ ق۔ م سے ۷۵۰ ق۔ م
- ۹۹ ۵۔ دور جدید ۷۵۰ ق۔ م کے بعد
- ۱۰۳ زندگی کے چار ہدف
- ۱۰۳ زندگی کے چار ادوار
- ۱۰۴ تین راستے
- ۱۰۶ خدا اور آدمی
- ۱۰۶ مرد و ہندو ازم
- ۱۰۷ عبادت

- ۱۰۷ مندر اور پچا
- ۱۰۸ تیوہار اور تیرتھ یا تراٹھیں
- ۱۰۹ رسم و رواج
- ۱۱۰ اختلاف میں اتحاد
- ۱۱۱ ہندوستان اور ہندوازم
- ۱۱۲ فرسودہ روایتیں اور تبدیلیاں



تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعٰنَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
 اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْثٰیًا مِّنْ
 دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اَشْهَدُوْا اِنَّا مُسْلِمُوْنَ۝۵﴾

(آل عمران: ۶۴)

”اے نبیؐ، کہو اے اہل کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور
 تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس
 کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا
 رب نہ بنا لے۔“ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو
 کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔“

ہندومت کا تعارف

لفظ ”ہندو“ جغرافیائی اہمیت رکھتا ہے۔ ابتدا میں یہ لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہوا
 جو دریائے ”سندھو“ کے پار رہتے تھے۔ یا ان علاقوں کے رہنے والوں کے لیے جن علاقوں
 کو دریائے سندھ کا پانی میراں کرتا تھا۔

بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ لفظ پہلے پہل ان ایرانیوں نے استعمال کیا تھا جو شمال مغربی
سے یعنی سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ میں موجود دروں کے راستے ہندوستان وارد ہوئے تھے۔

Encyclopedia of Religions & Ethics کے مطابق، مسلمانوں کی آمد
سے پہلے کے متون اور ادب میں لفظ ہندو کہیں استعمال نہیں ہوا۔

اپنی کتاب Discovery of India کے صفحہ ۷۵-۷۴ پر جواہر لال نہرو لکھتے ہیں
کہ ”لفظ ہندو کا قدیم ترین استعمال ہمیں آٹھویں صدی (CE) میں ملتا ہے لیکن وہاں بھی یہ
لفظ کسی خاص مذہب کے پیروکاروں کے لیے استعمال نہیں ہوا بلکہ محض ایک قوم کے لیے
استعمال ہوا ہے۔ لفظ ”ہندو“ کا استعمال مذہبی تناظر میں بہت بعد میں جا کر ہوا۔

مختصراً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ لفظ ہندو ایک جغرافیائی اصطلاح ہے جو ان لوگوں کے لیے
استعمال ہوتی ہے جو دریائے سندھ کے پار یا دوسرے لفظوں میں ہندوستان میں رہتے ہیں۔

ہندومت کی تعریف

⑤ ہندومت یا ہندو ازم لفظ ہندو سے نکلا ہے۔ یہ لفظ ہے جو انیسویں صدی میں انگریز
دریائے سندھ کی وادی میں رہنے والے لوگوں کے متنوع اور مختلف عقاید اور نظریات
کے لیے مجموعی طور پر استعمال کرتے تھے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا کا بیان ہے کہ انگریز
محققین نے ۱۸۳۵ء میں یہ لفظ ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگوں کے مذہبی
عقاید کے لیے استعمال کرنا شروع کیا، سوائے مسلمانوں اور نوعیسا کی لوگوں کے۔

⑥ ہندومت کی اصطلاح گمراہ کن ہے کیونکہ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہندومت کسی ایک
نظام عقاید یا منظم نظریے کا نام ہے جب کہ درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ عام طور پر لفظ
”مذہب“ سے جو تصور ذہن میں آتا ہے ہندومت اس سے خاصا مختلف قسم کا مظہر
ہے۔ لہذا مذہب کی کسی تعریف کی رو سے ہندومت کو ایک مذہب قرار نہیں دیا جاسکتا۔
اس کی ابتداء تشکیل اور تکمیل کسی ایک تاریخی شخصیت یا پیغمبر سے بھی وابستہ نہیں کی
جاسکتی۔ ہندومت میں کوئی عبادت کا طریقہ، کوئی عقیدہ یا رسم و رواج ایسا نہیں جو ہندو

کہلانے والے تمام لوگوں میں یکساں ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ہندومت کے اصول بھی وضع نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اصول وضع کرنے کے لیے کوئی معیار ہی موجود نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ جو شخص بھی یہ کہے کہ ”میں ہندو ہوں“ وہی سچا ہندو ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ کس کی عبادت کرتا ہے؟ اس کے عقائد کیا ہیں؟ اور اس کے اعمال کیسے ہیں؟

⑤ ہندو علما کے نزدیک بھی ہندومت بطور مذہب ایک غلط اصطلاح ہے۔ اس مذہب کو ان کے نزدیک ”سناتن دھرم“ یعنی ابدی مذہب کہا جاتا چاہیے یا ”وید دھرم“ یعنی وہ مذہب جو ویدوں پر مبنی ہے۔ سوائی دیویک آئند کے بقول اس مذہب کے ماننے والوں کو ویدانتی کہا جانا چاہیے۔

اسلام کا تعارف

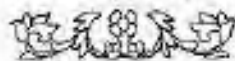
”اسلام“ عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ ”مسلم“ سے نکلا ہے۔ اس لفظ کا لغوی مطلب امن و سلامتی ہے۔ اس لفظ کا مطلب فرماں برداری بھی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری۔ یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کا مطلب وہ سلامتی ہے جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

مسلمان کی تعریف

”مسلمان“ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی رضا کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے تابع کر دے۔

ایک عام غلط فہمی

بہت سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اسلام کوئی نیا مذہب ہے، جو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے وجود میں آیا اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ مذہب اسلام کے بانی ہیں۔ یہ محض ایک غلط فہمی ہے۔ درحقیقت اسلام آغا ز انسانیت ہی سے موجود ہے۔ اس وقت سے جب پہلے انسان نے روئے زمین پر قدم رکھا تھا۔ حضرت محمد ﷺ اسلام کے بانی نہیں ہیں بلکہ اسلام کے آخری اور حتمی پیغمبر ﷺ ہیں جن پر نبوت و رسالت کا انتقام ہو گیا ہے۔



ایمانیات

ہندومت کی ایمانیات (بنیادی عقاید)

ہندومت کے بنیادی عقاید طے شدہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہندومت میں عقاید یا ایمانیات کا کوئی طے شدہ نظام یا باقاعدہ اصول موجود ہی نہیں ہے۔ نہ ہی ہمیں ہندومت میں کوئی ایسا عقیدہ یا بنیادی اصول ملتا ہے جسے ماننا اور جس پر عمل کرنا ہر ہندو کے لیے لازم ہو۔

عملاً ایک ہندو آزاد ہے، وہ جو چاہے کرے، جو چاہے عقیدہ رکھے۔ اس کے لیے حلال و حرام کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ یعنی نہ تو کوئی چیز ایسی ہے جس پر عمل کرنا اس کے لیے بہر صورت لازم ہو اور نہ ہی کوئی عمل ایسا ہے جس سے پرہیز کرنا ہندو رہنے کے لیے ضروری ہو، اور جسے کرنے کے نتیجے میں ہندومت کے دائرے سے باہر نکل جائے۔

بہر حال چند اصول ایسے ضرور ہیں جنہیں تمام ہندو نہ سہی، ہندوؤں کی اکثریت تسلیم کرتی ہے، خواہ سو فی صد ہندو اس پر متفق نہ بھی ہوں۔ ان میں سے بعض اصول ہم اسلام کے بنیادی عقاید پر گفتگو کرتے ہوئے زیر بحث لائیں گے۔

ہندومت میں تصویر خدا

آریائی مذاہب میں سب سے مقبول مذہب ہندومت ہے۔ اور اب ہم ہندومت میں تصویر خدا کا جائزہ لیں گے۔

اگر آپ کسی عام ہندو سے پوچھیں کہ وہ کتنے خداؤں پر ایمان رکھتا ہے؟ تو آپ کو مختلف جوابات ملیں گے۔ کوئی کہے گا تین خداؤں پر، کوئی کہے گا تینتیس خداؤں پر۔ کسی کا جواب ہوگا ایک ہزار خداؤں پر جب کہ بعض ایسے بھی ہوں گے جو کہیں کہ وہ ۳۳ کروڑ خداؤں کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن اگر یہی سوال آپ کسی پڑھے لکھے ہندو سے کریں، جو اپنے مذہب کے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہے تو اس کا جواب مختلف ہوگا۔ وہ آپ سے کہے گا کہ درحقیقت ہر ہندو کو صرف اور صرف ایک ہی خدا پر ایمان رکھنا چاہیے۔

فرق "s" کا ہے:

انگریزی زبان کے دو جملے ہیں:

(a) Everything is God.

(b) Everything is God's.

ہندوؤں اور مسلمانوں کے تصور خدا میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہندو "ہندومت" کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں۔ یعنی "Everythings is God." گویا کہ ہر شے خدا ہے۔ درخت خدا ہے، سورج خدا ہے، سانپ خدا ہے، بندر خدا ہے اور خود انسان خدا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے تصور خدا کو اس جملے میں بیان کیا جاسکتا ہے:

Everything is God's.

یعنی ہر چیز خدا کی ہے۔ ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ درخت خدا کا ہے، چاند خدا کا ہے۔ بندر بھی خدا کی مخلوق ہے اور انسان بھی خدا کی مخلوق ہے۔ انگریزی کے ان دونوں جملوں میں فرق صرف ایک حرف کا ہے، جسے "Apostrophe s"

کہتے ہیں اور یہی فرق ہندوؤں اور مسلمانوں کے تصور خدا میں ہے۔ ہندو کہتا ہے کہ ہر شے خدا ہے اور مسلمان کہتا ہے کہ ہر شے خدا کی ہے۔ یہ بنیادی اختلاف ہے۔ اگر یہ اختلاف ختم ہو جائے تو ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آ سکتے ہیں۔

قرآن کی دعوت ہے کہ کچھ امور پر یکساں نقطہ نظر اپنایا جائے۔ اور ان امور میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، کسی کو معبود نہ بنائیں، اس مشترک نقطہ نظر کے حوالے سے ہم ہندوؤں اور مسلمانوں کے متون مقدسہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

بھگود گیتا

ہندومت میں جن متون کو مقدس سمجھا جاتا ہے، ان میں سب سے زیادہ مقبولیت ”بھگود گیتا“ کو حاصل ہے اور اس کتاب میں کہا گیا ہے:

”مجھ نے خداؤں کی پرستش وہی لوگ کیا کرتے ہیں جن کی عقل و فہم مادی خواہشات نے چرائی ہے۔“

(بھگود گیتا، ساتواں باب، اشلوک ۲۰)

گویا خود بھگود گیتا کے مطابق غیر خدا کی عبادت کرنے والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی مادی خواہشات کے ہاتھوں مغلوب ہو چکے ہوتے ہیں۔

اپنشد

اپنشد بھی ہندومت کے متون مقدسہ میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ چند گیارہ اپنشد کے چھٹے باب میں کہا گیا ہے:

”وہ ایک ہی ہے کسی دوسرے کے بغیر۔“

(چند گیارہ اپنشد، باب ۶، دوسرا حصہ، اشلوک ۱)

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (الاحلام: ۱)

”کہہ دو، وہ اللہ ہے، واحد۔“

سوینا سوتر اپنشد میں کہا گیا ہے:

”اس کا دنیا میں کوئی حکمران نہیں

کوئی آقا نہیں

نہ ہی وہ کوئی نشان رکھتا ہے

وہ سب ہے

بادشاہوں کا بادشاہ

حواس کا مالک

نہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے

اور نہ ہی مالک۔“

(The Principle Upanishads by S.Radhakrishnan p.745)

(The Sacred Book of The East V.15 p.263)

جب کہ قرآن مجید کی سورہ اخلاص میں ہمیں پیغام دیا گیا ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ (الاحلامن: ۳)

”نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔“

اپنشد میں مزید کہا گیا:

”اس جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔“ (سوینا سوتر اپنشد، باب ۳، شلوک ۱۹)

مزید تحریر ہے:

”اس سے مشابہ کوئی نہیں ہے

وہ جس کا نام عظمت والا ہے۔“

(The Principle Upanishads by S.Radhakrishnan p.736-7)

(The Sacred Book of The East V.15 p.253)

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الاحقاف: ۱۷)

”اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔“

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

”کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ دیکھنے اور سُننے والا ہے۔“

سوینا سوتر الہیشت کے چوتھے ادھیائے کے بیسویں اشلوک میں تحریر ہے:

”اس کی صورت دیکھی نہیں جاسکتی

کوئی بھی اپنی آنکھوں سے

اس کا دیدار نہیں کر سکتا۔“

یہی بات دوبارہ بھی کہی گئی ہے:

”اس کی صورت دیکھی نہیں جاسکتی

کوئی بھی اپنی آنکھوں سے

اس کا دیدار نہیں کر سکتا

وہ جو اپنے قلب اور اپنی فکر سے

یہ جان جاتے ہیں

کہ وہ دلوں میں بستا ہے

وہ لافانی ہوتا جاتے ہیں۔“

(The Sacred Book of The East V.15 p.253)

قرآن مجید کی سورۃ النعام میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ

الْخَبِيرُ﴾ (النعام: ۱۰۳)

”نگاہیں اس کو نہیں پانگتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین

اور پانچر ہے۔“

وید

ہندومت کے متون مقدسہ میں وید بھی نہایت اہم گزرا نے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر چار وید اہم ترین ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رگ وید

۲۔ یجر وید

۳۔ سام وید

۴۔ اتھرو وید

یجر وید میں کہا گیا ہے:

”اس کا کوئی عکس نہیں ہے۔“

(یجر وید، باب ۳۲، شعر ۳)

مزید کہا گیا:

”وہی پیدا نہیں ہوا

وہی ہماری عبادت کا حق دار ہے

وہ روشن اجسام کی طرح خود قایم ہے

میرے دعا ہے

کہ مجھے اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے

وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا

ہمیں اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔“

(یجر وید، اردو میں چند شعر، صفحہ ۳)

ایک اور جگہ تحریر ہے:

وہ جسم سے پاک ہے، وہ خالص ہے

وہ روشن ہے.....

جسم سے ماورا ہے.....

دور اندیش اور دانا ہے.....

وہ ابد تک باقی رہنے والا ہے۔“

(مکروید، مرجعہ: رائف گرنٹھ، ص ۵۳۸)

مکروید میں کہا گیا ہے:

”وہ لوگ تیرگی کا شکار ہو جاتے ہیں

جو مظاہر فطرت کی عبادت کرتے ہیں

(مثلاً آگ، ہوا، پانی وغیرہ)

(مکروید، باب ۳۰، مصرعہ ۹)

یہی نہیں بلکہ مزید کہا گیا:

”وہ لوگ تیرگی کی گہرائیوں میں جا پھنپتے ہیں جو غیر فطری اشیا (مثلاً بت) کو

اپنا معبود بناتے ہیں۔“

یہ بات جا بجا ہدائی گئی ہے کہ ”سنسکرتی“ اور ”اسنسکرتی“، یعنی قدرتی اشیا اور انسان

کی تخلیق کردہ اشیا کی عبادت کرنے والے یکساں طور پر تیرگی اور اندھیرے میں ہیں۔

(مکروید، مرجعہ: رائف گرنٹھ، ص ۵۳۸)

اب ہم اتھروید کی طرف آتے ہیں۔

اتھروید کی بیسویں کتاب کے باب نمبر ۵۸ کے تیسرے مصرعے میں کہا گیا:

”ہا اشہ خدا عظیم ہے۔“

”تو عظیم ہے خدا یا

تو عظیم ہے سو یا

تو عظیم ہے آدیتیہ۔“

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾ (الرعد: ۹)

”وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر کا عالم ہے، وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالا تر رہنے والا ہے۔“

رگ وید کو ویدوں میں قدیم ترین خیال کیا جاتا ہے اور مقدس ترین بھی مانا جاتا ہے۔ رگ وید کی پہلی کتاب کے باب ۱۶۴ میں کہا ہے:

”پجاری، ایک ہی خدا کو بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں، وہ اسے ”اندر“

بھی کہتے ہیں اور ”متر“ بھی ”ورون“ بھی کہتے ہیں اور گئی بھی۔“

”پجاری ایک ہی خدا کو بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔“

رگ وید کی دوسری کتاب کے پہلے ہی باب کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں خدا کے لیے بہت سی صفات گنتائی گئی ہیں۔ مجموعی طور پر رگ وید میں اللہ تعالیٰ کی ۳۳ صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان صفات یا اسمائے صفاتی میں سے ایک بہت خوبصورت صفت ”برہما“ ہے۔ برہما کا مطلب ہوتا ہے تخلیق کرنے والا، یعنی اگر آپ اس کا عربی میں ترجمہ کریں تو وہ بنے گا ”الخالق“۔

لہذا ہم کو، یعنی مسلمانوں کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کہا جائے یا ”برہما“ کہہ کر پکارا جائے۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں گے کہ ”برہما“ خدا ہے جس کے چار سر ہیں اور ہر سر پر تاج ہے اور یہ کہ اس کے چار ہاتھ ہیں تو ہم مسلمانوں کو آپ کے بیان پر شدید اعتراض ہوگا کیوں کہ آپ خدا کی تعظیم کر رہے ہیں۔

بلکہ دراصل خدا کے ساتھ اس قسم کے تصورات وابستہ کر کے آپ خود ویدوں کی تعلیمات کی بھی نفی کر رہے ہوتے ہیں جیسا کہ سچر دیک کا بیان پہلے بھی نقل کیا گیا:

”وہ جسم سے پاک ہے، وہ خالص ہے

وہ روشن ہے.....

جسم سے ماورا ہے.....

یہ راندیش اور زانا ہے.....

اب تک باقی رہنے والا ہے۔“

(سید، مرتبہ: رائف گرنہو، ص ۵۲۸)

سو جس وقت آپ برہما کی تجسیم کرتے ہیں تو گویا آپ بکر وید کے مذکورہ بالا بیان کی تردید کر رہے ہوتے ہیں۔

رگ وید میں ایک اور جگہ کہا گیا ہے:

”اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو

وہ جو صاحب الوہیت ہے

اسی کی مدح کرو۔“

(رگ وید، کتاب ۸، باب ۱)

ایک اور جگہ یہ بھی کہا گیا:

”اے دوستو! اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو

وہ جو خدا ہے

کوئی بھی دکھ تمہیں پریشان نہ کرے

صرف اسی کی مدح کرو.....

وہ جو نعمتیں برسانے والا ہے

خود شناسی کے مراحل میں تمہیں چاہیے

کہ اسی کی شان میں نفعے گاتے رہو۔“

(رگ وید، مرتبہ: ستیہ پرکاش سرسوتی، ستیہ کام ودھیا، جلد چہارم، ص ۱۰۲)

پھر کہا گیا:

”بلاشبہ اس خالق کی شان سب سے بلند ہے۔“

(رگ وید، مرتبہ: ستیہ پرکاش سرسوتی، ستیہ کام ودھیا، جلد ششم، ص ۱۸۰)

اگر آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو یہاں بھی اس سے ملتا جلتا ایک پیغام ہمیں اس

آیت مبارکہ میں نظر آتا ہے

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الفاتحہ: ۱)

”تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔“

رگ وید میں ایک اور جگہ تحریر ہے:

”وہ رحیم عطا کرنے والا ہے۔“

(رگ وید، مرتبہ: رالف گرقتھ، ہلد دوم، ص ۷۷)

جب کہ سورہ فاتحہ کی تیسری آیت میں فرمایا گیا:

﴿الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (الفاتحہ: ۲)

”وہ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔“

مکروید میں ہمیں یہ بات بھی ملتی ہے:

”اچھی راہ کی طرف ہماری راہنمائی کر اور ان برائیوں کو ہم سے دور کر دے جو

گمراہی اور پریشانیوں کی طرف لے جاتی ہیں۔

اچھی راہ کے ذریعے ہمیں فرادانی تک لے جا

اے اگنی!

اے خدا تو ہمارے تمام اعمال اور خیالات کے بارے میں جانتا ہے

ان گناہوں کو ہم سے دور کر دے

جو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔“

سورہ فاتحہ کی ان آیات سے بھی ہمیں اسی قسم کا پیغام ملتا ہے:

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝﴾ (الفاتحہ: ۶، ۷)

”ہمیں سیدھا راستہ دکھا

ان لوگوں کا راستہ، جن پر تو نے انعام فرمایا

جو معقوب نہیں ہوئے

جو کھلے ہوئے نہیں ہیں۔“

رگ وید میں کہا گیا:

”اسی کی تعریف کرو جو واحد اور بے مثل ہے۔“

(رگ وید از رالف گرنتھ، ص ۶۴۸)

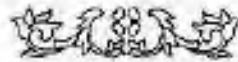
ہندو ویدانت کی برہما سوترا میں بھی یہی بات کی گئی ہے:

”بھگوان ایک ہی ہے

دوسرا نہیں ہے، نہیں ہے

ذرا بھی نہیں ہے۔“

لہذا ہندومت کے متون مقدسہ کے مطالعے سے بھی آپ خدا کا صحیح تصور معلوم کر سکتے ہیں۔



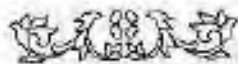
فرشتے

اسلام میں فرشتوں کا تصور

اسلام میں فرشتوں کے بارے میں ہمارا تصور یا عقیدہ یہ ہے کہ:

- ⑤ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں
 - ⑤ وہ بالعموم نظر نہیں آتے
 - ⑤ انھیں نور سے تخلیق کیا گیا ہے
 - ⑤ وہ اپنی مرضی اور ارادے کے مالک نہیں ہیں۔ (یعنی انھیں انسانوں کی طرح اپنے افعال پر اختیار حاصل نہیں ہے۔)
 - ⑤ وہ ہمیشہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری میں مصروف رہتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے مختلف فرشتوں کو مختلف کاموں پر مامور فرمایا ہے، مثال کے طور پر برگزیدہ ترین فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، جنھیں انبیاء کرام تک وحی پہنچانے پر مامور فرمایا گیا ہے۔
- ### ہندومت میں فرشتوں کا تصور
- ہندومت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس مذہب میں فرشتوں یا ملائکہ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔

البتہ کچھ برتر ہستیوں کا تصور ضرور موجود ہے۔ یہ ہستیاں ایسے کام بھی کر سکتی ہیں جو عام انسان کی طاقت سے باہر ہیں۔ جن کا کرنا ایک عام آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ انہی مافوق الفطرت صلاحیتوں کے باعث بعض ہندوؤں ہستیوں کو بھی دیوتا قرار دیتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔



مزید کتب پڑھنے کے لیے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہندومت کے متون مقدسہ

تعارف

ہندومت کی مقدس تحریروں یا کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک طرح کی تحریروں کو "شروتی" کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کی تحریروں "سمرتی" کہلاتی ہیں۔ "شروتی" سے مراد وہ تحریروں ہیں جو "بھیشی گئی ہیں" یا "سنی گئی ہیں" یا "نازل ہوئی ہیں"۔ ہندو مذہب کی مقدس ترین اور قدیم ترین تحریروں وہی ہیں جو "شروتی" کے زمرے میں آتی ہیں۔

"شروتی" میں دو طرح کی کتابیں شامل ہیں یا یوں کہیے کہ "شروتی" کی مزید تقسیم دو حصوں میں کی گئی ہے یعنی:

۱۔ وید مقدس

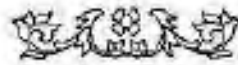
۲۔ اپنشد

ان دونوں تحریروں کو ہندو الوہی قرار دیتے ہیں۔

"سمرتی" کو اس درجے میں مقدس یا الوہی تو قرار نہیں دیا جاتا لیکن پھر بھی انھیں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور یہ کتابیں آج کل کے ہندوؤں میں مقبول بھی بہت زیادہ ہیں۔

”سمرتی“ کا مطلب ہے ”یادداشت“ یا وہ چیزیں جنہیں یاد کر لیا جائے، اس قسم کی تحریریں نسبتاً عام فہم ہیں کیونکہ ان میں کائنات کے بارے میں گنگو علامتی انداز میں کی گئی ہے اور بالعموم اساطیری انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ”سمرتی“ کو الوہی قرار نہیں دیا جاتا بلکہ انسانی تخلیق سمجھا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں انسان کو اس کی روزمرہ زندگی کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں اور اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں جن کی روشنی میں ایک فرد کو اپنا رویہ معین کرنا چاہیے اور روزمرہ افعال سرانجام دیئے جائیں۔ ان کتابوں میں صرف فرد کے لیے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے اجتماعی امور کے بارے میں بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

ان کتابوں کو مجموعی طور پر دھرم شاستر بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں ”پران“، ”اتھاس“ اور متعدد دیگر تحریریں شامل ہیں۔



ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر

(جیسا کہ پہلے بھی وضاحت کی گئی) ہندومت میں متعدد کتابیں مقدس قرار دی جاتی ہیں۔ ان مقدس کتابوں میں وید، اپنیشدا اور پران بھی شامل ہیں۔

وید

”وید“ کا لفظ ود (یا ودیا) سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کھینے یا جاننے کے ہوتے ہیں یعنی علم کی بہترین سطح۔ بلکہ یوں کہیے کہ علوم مقدسہ کے لیے وید کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ویدوں کو چار بنیادی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اگر تعداد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ویدوں کی کل تعداد ۱۱۳۱ کتابکی جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی درجن بھر وید ایسے ہیں جن کا متن دستیاب ہے (باقی تمام متون غالباً تلف ہو چکے ہیں)۔

ویدوں کی چار اقسام میں رگ وید، اتھرو وید، یجر وید اور سام وید شامل ہیں۔ چنانچہ کے مباحثہ کے مطابق:

⑤ رگ وید کی ۲۱ شاخیں ہیں

⑥ اتھرو وید کی ۹ شاخیں ہیں

⑦ یجر وید کی ۱۰ شاخیں ہیں

⑧ سام وید کی ۱۰۰ شاخیں ہیں

رگ وید، یجر وید اور سام وید کو نسبتاً قدیم کتابیں قرار دیا جاتا ہے اور یہ کتابیں مشترکہ

طور پر ”تری ودیا“ یا ”علوم سرگات“ قرار دی جاتی ہیں۔

رگ وید کو قدیم ترین متن قرار دیا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی تدوین تین قدیم اور طویل زمانوں میں ہوئی ہے۔

چوتھا وید اتھروید ہے جسے نسبتاً بعد کے زمانے کا سمجھا جاتا ہے۔

ان ویدوں کی تحریر و تدوین کے زمانے کے بارے میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔ یعنی چاروں ویدوں کا زمانہ تحریر یا زمانہ نزول معین نہیں ہے۔

آریا سماج کے بانی سوامی دیانند کا کہنا تھا کہ وید ۱۳۱۰ ملین سال قبل نازل ہوئے تھے جب کہ دیگر علما کی رائے ہے کہ یہ وید چار ہزار برس سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی غلط نہیں ہے کہ ان ویدوں کا مقام تحریر یا مقام نزول کیا تھا۔ یعنی کس جگہ، کس علاقے میں یہ کتابیں تحریر کی گئیں۔ یہ بات بھی نامعلوم ہے کہ وہ کون سے دشی تھے، کون سی شخصیات تھیں جنہیں یہ کتابیں عطا کی گئیں۔

لیکن ان تمام تر اختلافات اور غیر یقینی حالات کے باوجود ویدوں کو ہندو مذہب میں مقدس ترین مقام حاصل ہے اور ہندوؤں کے نزدیک یہ مستند ترین مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہندومت کی بنیاد ہی ان ویدوں پر ہے۔

اپنشد

اپنشد کا لفظ دراصل تین لفظوں سے مل کر بنا ہے:

”اپا“ جس کے معنی ہوتے ہیں قریب

”نی“ جس کا مطلب ہے نیچے

”شد“ یعنی بیٹھنا

گویا اپنشد کے معنی ہوئے ”قریب ہو کر زمین پر بیٹھنا“ جس طرح شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اپنشد کے معنی کسی استاد کے پاس بیٹھ کر علوم مقدس کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔

البتہ ”سام کارا“ کے مطابق اپنشد کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ اصل لفظ ”شد“ ہے جس کے معنی کھولنے، ختم کرنے یا سمجھنے کے ہوتے ہیں۔ فی اور آپا سابقے ہیں اور اپنشد کا مطلب ہے وہ مقدس علم جس کے ذریعے جہالت اور لاعلمی کو ختم کیا جاتا ہے۔

اپنشدوں کی تعداد دو سو سے بھی زائد ہے۔ اگرچہ روایتی طور پر ان کی تعداد ۱۸ بتائی جاتی ہے۔ وہ بنیادی اپنشد ہیں لیکن یہ تعداد بھی معین نہیں ہے کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ تعداد ۱۸ ہے۔

ویدانت کا لفظ ابتدا میں اپنشدوں کے لیے ہی استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ سے مراد وہ فلسفیانہ نظام لیا جاتا ہے جو اپنشدوں پر مبنی ہے۔ لغوی طور پر دیکھا جائے تو ویدانت (وید + انت) کا مطلب ہے ویدوں کا اختتام یا انجام۔ مراد ہے ویدوں کا مقصد یا منزل کا حصول۔

گویا اپنشد ویدوں کا عہدہ ہیں جو کہ ویدک دور کے آخر میں آتے ہیں اور ویدوں کی تکمیل کرتے ہیں۔

بعض پڈت ایسے بھی ہیں جن کی رائے میں اپنشد کو ویدوں پر فوقیت اور برتری حاصل

ہے۔

پُران

استناد کے حوالے سے دیکھا جائے تو اپنشد کے بعد پُرانوں کا نمبر آتا ہے۔ پُران ہندو مت کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے مذہبی متون ہیں۔ پُرانوں میں آغاز کائنات کی داستان بیان کی گئی ہے۔ ابتدائی آریائی قبیلوں کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے اور ہندو مذہب کی مقدس مذہبی شخصیات کی زندگیوں کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

پُرانوں کو بھی ویدوں کی طرح الہامی کتابیں خیال کیا جاتا ہے اور ان کا زمانہ نزول بھی ویدوں کے لگ بھگ ہی بتایا جاتا ہے۔ یعنی یہ بھی تقریباً اسی دور میں نازل ہوئے جس دور میں وید تحریر ہوئے تھے۔

مہارشی دیاس نے پُرانوں کو اٹھارہ ضخیم حصوں میں ترتیب دیا ہے۔ انھوں نے ویدوں کی ترتیب و تدوین بھی کی ہے اور انھیں مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے۔

گیتا اور مہابھارت کی تدوین بھی اسی کے قلم سے ہوئی ہے۔ پُرانوں میں سے اہم کتاب ”بھوش پُران“ یعنی ”مستقبل کا پُران“ سمجھی جاتی ہے۔ اس کا یہ نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کتاب میں مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہندو اس کتاب کو کلامِ الٰہی گردانتے ہیں۔ یعنی ہندوؤں کا خیال ہے کہ مہارشی دیاس نے صرف اس کتاب کو ترتیب دیا تھا، وہ محض اس کتاب کے جامع تھے، مصنف خود خدا تھا۔

بھوش پُران میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر بھوش پُران میں تحریر ہے:

”ایک ملیچھ (یعنی کسی دوسرے ملک سے تعلق رکھنے والا اور اڑبھی زبان بولنے والا روحانی استاد) ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ اس کے اصحاب بھی ہوں گے۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ ”راجا بھوج“ اس مہادیو عرب کو پہنچ گیا اور گنگا جل میں پاک کرے گا اور پھر اسے تحائف پیش کرے گا، احترام اور وفاداری کے ساتھ وہ کہے گا، میں تیرا وفادار ہوں۔ اے انسانیت کے لیے مایہ نقر، اے عرب کے رہنے والے کہ تیرے پاس شیطان کے خاتمے کے لیے بیش بہا قوت ہے، اور تجھے تیرے ملیچھ مخالفوں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔“

(بھوش پُران، پراچی مرگ، پارہ ۲، کتاخ ۲، ادھیانے ۳، اشلوک ۸۴۵)

مندرجہ بالا پیش گوئی میں کچھ باتیں واضح طور پر بیان کر دی گئی ہیں:

- ۱۔ آنے والے پیغامبر کا نام محمد ہوگا۔
- ۲۔ اس کا تعلق صحرائے عرب سے ہوگا۔ (کیوں کہ سنسکرت لفظ Marusthal کا مطلب رہتلا علاقہ یا صحرا ہوتا ہے)
- ۳۔ پیغمبر ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اور یہ بھی نبی کریم ﷺ کا اختصاص ہے کہ جتنے صحابہ بھی انھیں عطا کیے گئے اتنی تعداد میں کسی اور پیغمبر کے اصحاب نہیں تھے۔

۳۔ انھیں ”فخر انسانیت“ کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَأَنْتَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ﴾ (القدم: ۴)

”اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔“

اسی طرح سورہ احزاب میں بھی ارشاد فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

۵۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ وہ باطل اور شیطانی قوتوں کا خاتمہ کرے گا یعنی بت پرستی اور دیگر تمام برائیوں کا خاتمہ کر دے گا۔

۶۔ اور یہ کہ اس کے دشمنوں سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

یہاں بعض لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اس پیش گوئی میں ”راجا بھوج“ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ راجا گیارہویں صدی عیسوی کی شخصیت ہے، یعنی رسول اکرم ﷺ کے پانچ سو سال بعد کی۔ اور یہ کہ یہ راجا ”شالی وامن“ کی دسویں پشت میں تھا۔

یہ اعتراض کرنے والے ایک بڑی بنیادی بات نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ راجہ بھوج نام کا کوئی ایک بادشاہ نہیں تھا۔ جس طرح تمام مصری بادشاہ فرعون کہلاتے تھے اور تمام رومی بادشاہوں کو سیزر کہا جاتا تھا، اسی طرح کا معاملہ لفظ ”بھوج“ کا بھی ہے۔ یعنی جس طرح ”فرعون“ اور ”سیزر“ بادشاہوں کے نام نہیں بلکہ لقب تھے، اسی طرح ہندوستانی مہاراجوں کو بھی ”بھوج“ کہا جاتا ہے۔ متعدد راجا بھوج تھے جن میں سے بہت سے گیارہویں صدی عیسوی والے راجا بھوج سے قبل گزرے ہیں۔

اسی طرح پہنچ گیا اور گنگا کے پانی سے پاک ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ پیغمبر نے خود

وہاں جا کر غلّس کیا ہوگا۔ یہاں استعاراتی انداز میں بات ہو رہی ہے۔ چونکہ گنگا کے پانی کو پوتر اور پوتر کرنے والا سمجھا جاتا ہے، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ گنگا میں نہانے والے کے تمام گناہ و حمل جاتے ہیں لہذا یہاں یہ استعارہ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ گناہوں سے پاک یعنی معصوم ہوگا۔

بھوش پُران میں لکھا ہے:

”پچھوں نے عرب کی مشہور سرزمین کو تپاک کر دیا ہے۔ وہاں آریا دھرم موجود نہیں رہا۔ اس سے پہلے بھی وہاں ایک گمراہ شخص ظاہر ہوا تھا جسے میں نے ہلاک کر دیا۔ اب وہ دوبارہ ظاہر ہوا ہے۔ ایک طاقت ور دشمن نے اسے بھیجا ہے۔ ان دشمنوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لیے اور ان کی رہنمائی کے لیے محمدؐ کو بھیجا گیا ہے۔ جسے میں نے برہما کا لقب عطا کیا ہے۔ وہ ”پتا چاؤں“ کو درست رستے کی طرف لانے میں مصروف ہے۔ میرا بیرو ایک ایسا شخص ہوگا جو ختمہ کروائے گا، چوٹی نہیں رکھے گا۔ دائی رکھے گا، وہ ایک انقلاب لانے والا شخص ہوگا۔ وہ عبادت کے لیے صدا (الان) دے گا۔ وہ تمام طال چیزیں کھائے گا، وہ خنزیر کے علاوہ تمام جانوروں کے گوشت کھائے گا۔ وہ مقدس نباتات کے ذریعے پاکی تلاش نہیں کریں گے بلکہ انھیں پاکی جنگ و جدل کے ذریعے ملے گی۔ وہ لادین قوموں سے جنگ کریں گے اور اسی سبب سے مسلمان کہاائیں گے۔ وہ گوشت خور قوم کے دین کی ابتدا کرنے والا ہوگا۔“

(بھوش پُران، پرتی برگ، مکملہ ۳، اشلوک ۲۷۱۰)

مندرجہ بالا پیش گوئی میں درج ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں:

- ⊙ بدکار لوگوں نے سرزمین عرب کو تپاک کر دیا ہے۔
- ⊙ اس سرزمین میں آریا دھرم موجود نہیں ہے۔
- ⊙ موجودہ دشمن تباہ ہو جائیں گے۔ جس طرح ماضی کے دشمن تباہ ہو گئے تھے۔ مثال کے

طور پر ابرہہ وغیرہ جن کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

﴿الَّذِينَ كَفَرُوا فَعَلْنَا بِكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ۖ أَلَمْ يَجْعَلْ كَبُدَهُمْ فِي يَوْمٍ ثَوِيلٍ ۖ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۖ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۖ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ﴾ (الفيل: ۱ تا ۵)

”تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔ جو ان کے اوپر کی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے، پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے (جانوروں کا) کھایا ہوا جھوسہ۔“

- ⑤ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ”برہما“ کا خطاب دے کر گمراہوں کی ہدایت کے لیے مامور فرمایا گیا ہے۔
 - ⑥ ہندوستانی راجا کو عرب جانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس کا تڑکیہ ہندوستان ہی میں ہوگا جب مسلمان ہندوستان آ جائیں گے۔
 - ⑦ آنے والا پیغمبر ﷺ آریا مذہب کے حقیقی عقیدے یعنی توحید کی تبلیغ کرے گا اور راہِ گم کردہ لوگوں کی اصلاح بھی کرے گا۔
 - ⑧ پیغمبر ﷺ کے ماننے والے غنڈہ گردوائیں گے، چونیاں نہیں رکھیں گے، داڑھیاں رکھیں گے اور ایک عظیم انقلاب برپا کریں گے۔
 - ⑨ وہ عبادت کے لیے پکاریں گے یعنی اذان دیا کریں گے۔
 - ⑩ وہ تمام حلال اشیاء اور گوشت کھائیں گے لیکن سور کے گوشت سے پرہیز کریں گے۔
- اس بات کی تصدیق قرآن کم از کم چار مقامات پر کرتا ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَن اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرہ: ۱۷۳)

”اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سورہ مائدہ میں فرمایا گیا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ (المائدہ: ۳)

”تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گھاگھٹ کر، یا چوٹ کھا کر، بلندی سے گر کر یا ٹکڑا کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا۔“

سورہ الانعام میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (الانعام: ۱۴۵)

”اے نبی! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے، یا فاسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) بغیر

اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمھارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“
سورہ نحل میں پھر فرمایا گیا:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنِيزِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
(النحل: ۱۱۵)

”اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے وہ ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ البتہ بھوک سے مجبور اور بے قرار ہو کر اگر کوئی ان چیزوں کو کھالے، بغیر اس کے کہ وہ قافون الہی کی خلاف ورزی کا خواہش مند ہو، یا حد ضرورت سے تجاوز کا مرتکب ہو تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔“

- ◎ یہ کہ وہ ہندوؤں کی طرح تزکیہ حاصل نہیں کریں گے بلکہ ان کے لیے تزکیے کا ذریعہ کفار اور لاد مذہب لوگوں کے ساتھ جہاد بالسیف ہوگا۔
- ◎ یہ کہ انھیں مسلمان کہا جائے گا۔
- ◎ وہ ایک گوشت کھانے والی قوم ہوں گے۔

قرآن گوشت خوری یعنی سبزی خور جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت دیتا ہے۔
سورہ مائدہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتُوقُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ (المائدہ: ۱)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بندشوں کی پوری پابندی کرو۔ تمھارے لیے موبہشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے۔ سوائے ان کے جو آگے چل کر تم

کو بتائے جائیں گے لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کر لو،
بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔“

اسی طرح سورہ مومنوں میں فرمایا گیا:

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْفِيكُمْ بِمَا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝﴾ (المؤمنون: ۲۱)

اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے موشیوں میں بھی ایک سبق ہے۔ ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز (یعنی دودھ) ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں بہت سے دوسرے فائدے بھی ہیں۔ ان کو تم کھاتے بھی ہو۔“

تھوڑے پُران کے تیسرے پارہ کے پہلے کھانڈ کے تیسرے ادھیائے کے اشلوک ۲۱ اور ۲۲ میں کہا گیا:

”کاشی وغیرہ، سات مقدس شہروں میں بد عنوانی اور ظلم و ستم کا دور دورہ ہے۔ ہندوستان میں راکھشش، شبر، بھیل اور دیگر بیوقوف قومیں رہتی ہیں۔ ملچھوں کے علاقے میں رہنے والے، ملچھ مذہب کے بیروکار عقل مند اور بہادر لوگ ہیں۔ مسلمانوں میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہیں جب کہ ہر طرح کی خامیاں آریاؤں کے علاقے میں جمع ہو گئی ہیں۔ اسلام ہی ہندوستان اور اس کے جزائر پر حکومت کرے گا۔ اے منی اتو یہ تھاقت جان چکا ہے سوائے خالق کے نام کو روشن کر۔“

اس حوالے سے قرآن مجید کی درج ذیل آیت ملاحظہ فرمائیے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ بَايَعُوا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْيَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَخْتِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَّبِعُونَهَا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ (النور: ۳۲، ۳۳)
”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے
تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ان اہل کتاب کے اکثر علما اور درویشوں کا حال
یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ
سے روکتے ہیں۔ دروہاک سزا کی خوش خبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر
رہے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔“

اسی طرح سورہ صف میں یہ ہدایت دی گئی:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (الصف: ۹)
”وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ
اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار
ہو۔“

اسی طرح سورہ فتح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (الفتح: ۲۸)
”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا
ہے تاکہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی
ہے۔“

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پیش گوئی

اتحرید کی بیسویں کتاب کی مناجات ۱۲ کے کچھ سکت ”کشف سکت“ کہلاتے ہیں۔

کنپ کا مطلب ہے مصائب و آلام کو ختم کرنے والا یعنی امن و سلامتی کا پیغام۔ اس کا عربی ترجمہ کیا جائے تو وہ بنے گا ”اسلام“

کنپ کے ایک معنی ”پیٹ میں چپے ہوئے اعضا“ کے بھی ہیں۔ غالباً اس کے لیے ان کے حقیقی معنی چپے ہوئے تھے اور بعد میں ظاہر ہوئے تھے۔ اس لفظ کے معنی کا تعلق زمین کے مرکز یا ”ناف“ سے بھی ہے۔ مکہ کو ”ام القریٰ“ یعنی آبادیوں کی ماں بھی کہا جاتا ہے اور زمین کی ناف بھی، متعدد کتب مقدسہ میں ہمیں ایسے بیانات ملتے ہیں۔ یہ زمین پر عبادت خداوندی کے لیے بنایا جانے والا پہلا گھر تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے دینائے انسانیت کے لیے پہلی ہدایت نازل فرمائی۔

قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶)

”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔“

مکہ ہی کا ایک دوسرا نام بکہ ہے اور کنپ کے معنی مکہ یا بکہ ہی ہوتے ہیں۔
مشہور اہل علم نے ان ”کنپ سکت“ کا ترجمہ کیا ہے جن میں مندرجہ ذیل نام زیادہ

اہم ہیں:

- ① مسٹر ایم، بلوم ٹیلڈ
- ② پروفیسر الف گرنفیلڈ
- ③ پنڈت راجارام
- ④ پنڈت نکیم کرن اور دیگر

ان سکت کے اہم نکات یا خاص خاص باتیں جو دیدوں کے اس حصے کی نمائندگی کرتے

ہیں، کچھ یوں ہیں:

پہلا منتر

وہ جس کی تعریف کی گئی ہے (محمدؐ)

وہ امن کا شہزادہ ہے

ہجرت کرنے والا ہے

وہ ۶۰۰۹۰۰ دشمنوں کے درمیان بھی محفوظ و مامون ہے۔

دوسرا منتر

وہ ایک شہزادہ وارثی ہے

وہ جس کا رتھ آسمانوں کو چھوتا ہے۔

تیسرا منتر

وہ مہارثی ہے جسے دس شہری سکے دیے گئے

جسے دس ہار عطا کیے گئے

جسے تین سو جنگی گھوڑے دیے گئے

جسے دس ہزار گائیں عطا کی گئیں۔

چوتھا منتر

ہاں، تو جو منور کرنے والا ہے۔

پانچواں منتر

عبادت کرتے والے اپنی عبادات میں طاقت ور بیلوں کی مانند سبقت لے جانے کی

کوشش کرتے ہیں۔

چھٹا منتر

اے تو کہ حمد کرتا ہے

دانی کو مضبوطی سے تھام لے۔

ساتواں منتر

وہ دنیاؤں کا شہنشاہ ہے
انسانوں میں سے بہترین
اور پوری انسانیت کے لیے ہدایت۔
آٹھواں، نواں منتر

اس نے لوگوں کے لیے مامون ٹھکانہ حاصل کر لیا ہے
وہ ہر کسی کی حفاظت کرتا ہے
اور دنیا میں امن پھیلاتا ہے۔

دسواں منتر

لوگ اس کی حکومت میں خوش ہیں
ترقی کر رہے ہیں
ذلت کی گھرائیوں سے
عظمت کی بلندیوں تک
گیارہواں منتر

اسے کہا گیا کہ اٹھو
اور دنیا کو خبردار کرے
بارہواں منتر

وہ انتہائی نخی ہے
اور بے حد نوازنے والا

تیرہواں منتر

(اس کے پیر و کار)

دشمنوں کی مخالفت اور ایذا سے بچا لیے گئے ہیں تاکہ

آقا کو کوئی گزند نہ پہنچے

چودھواں منتر

ہم عظمت اور تعریف بیان کرتے ہیں

اس عظیم برہنما کی

ایک نغمہ، توصیف اور دعا کے ساتھ

اس تعریف و توصیف کو قبول فرما

تا کہ باطل ہمیں گمراہ نہ کرے

یہاں سنسکرت زبان کا لفظ Narashansah استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے معنی ہیں ”وہ جس کی تعریف کی گئی“ اور یہی معنی عربی میں ”محمد“ کے ہیں۔ یہ گویا ”محمد“ کا سنسکرت ترجمہ ہے۔ اسی طرح سنسکرت لفظ Kaurama کا مطلب ہے ”وہ شخص جو امن قائم کرنے اور پھیلانے والا ہو“ اور ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ امن کے سفیر تھے۔ آپ نے مسادات انسانی کی تعلیم دی اور عالمی بھائی چارہ قائم فرمایا۔ اسی لفظ کا ایک معنی ”ہجرت کرنے والا“ بھی ہے۔ پیغمبر ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تھی اور یوں آپ ﷺ ہجرت فرمانے والوں میں سے بھی تھے۔ یہ کہا گیا کہ ۶۰،۰۹۰ دشمنوں سے آپ کی حفاظت کی جائے گی اور مکہ کی آبادی (تقریباً) اتنی ہی تھی۔

⑤ یہ کہا گیا کہ وہ اونٹ پر سواری کرے گا۔ یہاں یہ بات تو واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اس سے مراد کوئی ہندوستانی تو ہو نہیں سکتا کیونکہ برہمنوں کے لیے اونٹ کی سواری ویسے ہی ممنوع ہے۔

”ایک برہمن کو اونٹ یا گدھے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں، اور اسے برہنہ غسل کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ اسے چاہیے کہ پاکی حاصل کرنے کے لیے ضبط نفس سے کام لے۔“

⑤ تیسرے منتر میں اس شخصیت کو "Mamah" کا نام دیا گیا ہے۔ اس نام کا کوئی رشی یا کوئی پیغمبر ہندوستان میں یا کسی اور جگہ ہمارے علم میں نہیں۔ کسی کا یہ نام نہیں تھا۔ یہ لفظ "Mah" سے نکلا ہے جس کے معنی عروج، عظمت اور بلندی کے ہوتے ہیں۔ کچھ سنسکرت کتابوں میں یہ نام "Mahamad" بھی لکھا گیا ہے لیکن سنسکرت گرامر کی رو سے اس لفظ کو نامناسب مفہوم میں بھی برتا جا سکتا ہے۔ اور عربی زبان کے لفظ پر سنسکرت گرامر لاگو کرنا یوں بھی غلط ہے۔ یہ لفظ "Mamah" ہی ہے اور اس کا تھنظ اور معنی دونوں لفظ "محمد ﷺ" سے مشابہ ہیں۔

⑥ پھر کہا گیا کہ اسے "سومہری سکے" دیے گئے۔ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ پر ابتدائی ایمان لانے والے اور کئی دور کے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو اس مشکل دور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بعد ازاں کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر وہ مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئے اور کچھ عرصہ بعد جب خود رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی وہاں آ گئے۔

⑦ دس ہاروں سے مراد رسول اللہ ﷺ کے وہ دس بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ (یعنی وہ دس جنہیں بشارت دی گئی) یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہیں زندگی ہی میں مغفرت اور کامیابی کی بشارت مل گئی تھی۔ خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے انہیں آخرت کی کامیابی اور جنت کے حصول کی خوشخبری مل گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر اس کے جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی۔

ان اصحاب رسول ﷺ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت سعد ابن زید رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ

۵۔ اس کے بعد ذکر تین سو جنگی گھوڑوں کے تھے کا ہے۔ سنسکرت لفظ Arwah کا مطلب ہے ”تیز رفتار عربی نسل گھوڑا“ یہاں تین سو گھوڑوں سے مراد رسول اللہ ﷺ کے وہ تین سو جاں نثار صحابہ ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں حصہ لیا تھا اور دشمن کی تعداد تین گنا زیادہ ہونے کے باوجود فتح مند لوٹے تھے۔

۵۔ سنسکرت کا لفظ ”گنوا“ دراصل ”گاؤ“ سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب لڑائی یا جنگ کے لیے روانہ ہونا بھی ہوتا ہے اور گائے کو بھی گنوا ہی کہتے ہیں۔ گائے ہندو مذہب میں جنگ کی علامت بھی ہے اور امن کی بھی۔ یہاں دس ہزار گائیوں سے مراد وہ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں داخل ہونا تاریخ انسانی کا ایک منفرد واقعہ تھا۔ اس موقع پر کوئی قتل و غارت کوئی کشت و خون نہیں ہوا۔ یہ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم ایک طرف تو گائے کی مانند ہندو اور ایک سرشت تھے تو دوسری طرف مضبوط اور بہادر بھی تھے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا مَّجِدًّا يَنْتَعُونَ قُضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ (الفتح: ۲۹)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔“

⑤ اگلے منتر میں منکرت کا ایک لفظ استعمال ہوا ہے Rehh۔ اس لفظ کا عربی ترجمہ کیا جائے تو وہ بنے گا ”احمد“ اور یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ایک نام ہے۔

⑤ پھر یہ کہا گیا کہ وہ اور ان کے ساتھی ہمیشہ عبادت کو یاد رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ میدان جنگ میں عبادت کو فراموش نہیں کرتے۔ قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝﴾
(البقرہ: ۴۵)

”صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے لیکن فرمانبردار بندوں کے لیے نہیں۔“

اسی طرح قرآن مجید کی سورۃ نساء میں فرمایا گیا:

﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن رَّءَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْعَتِكُمْ فَيَقْبِلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْخُلُوا اللَّهَ فِيمَا وَفَعُودًا وَعَلَىٰ خُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ

فَاقْبِلُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُوتًا ﴿۱۰۳﴾

(النساء: ۱۰۲، ۱۰۳)

”اور اے نبی! جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنا اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ عہدہ کرے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر تمہارے ساتھ پڑھے اور وہ بھی چوکن رہے اور اپنا اسلحہ لیے رہے، کیونکہ کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو تو وہ تم پر یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔ البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو اسلحہ رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پھر بھی چوکے رہو۔ یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر رکھا ہے، پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔“

⑤ اس ستر میں جس دانائی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کی بھلائی کا بھی ضامن ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سوں نے قرآن مجید کو حفظ بھی کیا تھا۔

⑥ اس سے اگلے ستر میں بیان شدہ تمام خصوصیات بھی صرف رسول اللہ ﷺ پر صادق آتی ہیں۔

سورۃ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

”اے نبی! ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

سورہ سبا میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سبا: ۲۸)

”اور (اے نبی!) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“

سورہ القلم میں فرمایا گیا:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم: ۴)

”اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔“

سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے اور ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔“

۵) کعبہ کی تعمیر نو کے دوران میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمت و دانائی سے کام لے کر عرب قبائل کو ایک ممکنہ جنگ سے بچا لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات باریکات سے نہ صرف جزیرۃ العرب میں امن قائم ہوا بلکہ باقی دنیا کو بھی امن و سلامتی کا پیغام انھی سے پہنچا۔

فتح مکہ کے دوران بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پورا واقعہ خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر مکمل ہو گیا اور نبی کریم ﷺ نے وہاں امن قائم فرما دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی سزا نہیں دی بلکہ یہ کہہ کر امن و سلامتی سے جانے دیا کہ:

”جاؤ! آج کے دن تم سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔“

⊙ آج سے چودہ صدیاں قبل، عرب قوم ایک جاہل قوم تھی۔ اس زمانے کو عربوں کی تاریخ میں کہا ہی ”ایام جاہلیت“ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے پیغامِ ہدایت کے ذریعے اس قوم کو ترقی اور خوش حالی عطا فرمائی۔ ان لوگوں کو جہالت سے نکال کر پوری انسانیت کے لیے رہنما کے منصب پر فائز کیا۔

⊙ اس منتر میں تو گویا قرآن مجید کی ایک آیت کا ترجمہ ہی پیش کر دیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ ۝﴾ (المدثر: ۱، ۲، ۳)

”اے اوڑھ لپٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔“

اور پیغمبر ﷺ اسلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس حکم پر عمل فرمایا۔ آپ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے اٹھے اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان فرماتے رہے۔

⊙ قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں کہا گیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَسْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

”اے پیغمبر! یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خوا اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کی شری، رحم دلی اور سخاوت کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کے گرو جمع ہوتے چلے گئے۔ بصورت دیگر ان سخت مزاج عربوں کے دل جیتنا کوئی آسان کام نہ تھا۔
 ۵ اس منتر میں ایک رشی کی دعا نقل کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ کو بھی ایک اس طرح کی دعا عنایت فرمائی گئی تھی جو ہمیں قرآن مجید کی آخری سورہ میں ملتی ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝﴾ (الناس: ۱ تا ۶)

”کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی، اس دوسرے ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“

۵ آخری منتر میں دیدوں کے ماننے والوں کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ آنے والے پیغمبر کی تعریف و توصیف کریں اور اس پر ایمان لائیں تاکہ اس دنیا کی برائیوں سے محفوظ رہ سکیں۔



ویدوں کی مزید پیش گوئیاں

اتھروید میں کہا گیا ہے:

اے حق پرستوں کے خدا
یہ لوگ جو شراب معرفت سے مست ہیں
اور شجاعت کے کارنا سے ہر انجام دیتے ہیں
اور تجھے خوش کرنے کو نغمہ سرا ہیں میدان و غامیں
اور بغیر خون بہائے انہوں نے ٹکست دی
و عا دثا کرنے والے کے دس ہزار دشمنوں کو

(اتھروید، کتاب ۲۰، مناجات ۱)

یہ پیش گوئی تاریخ اسلام کی مشہور جنگ غزوہ احزاب کے بارے میں ہے۔ یہ جنگ رسول اللہ ﷺ کے دو رہبروں میں ہوئی تھی اور باقاعدہ جنگ کیے بغیر ہی اللہ کے رسول ﷺ کو فتح حاصل ہو گئی تھی۔ قرآن مجید کی سورہ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر کچھ یوں کیا گیا ہے:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

(الاحزاب: ۲۲)

”اور سچے مومنوں (کا حال اس وقت یہ تھا) کہ جب انہوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اٹھے کہ ”یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات بالکل سچی تھی“ اس واقعہ نے ان کے ایمان اور ان کی سپردگی کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔“

اس منتر میں استعمال ہونے والے سنسکرت لفظ ”کارو“ کا مطلب ہوتا ہے ”دعا کرنے والا“ یا ”تشریف کرنے والا“ جس کا عربی ترجمہ کیا جائے تو وہ بنے گا ”احمد“ جو کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک اسم مبارک ہے۔

اس جنگ میں شریک کفار کی تعداد دس ہزار تھی جب کہ مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ منتر میں بھی دشمنان رسول ﷺ کی تعداد دس ہزار بتائی گئی ہے۔

منتر کے آخری الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر جنگ کیے دشمنوں کو شکست ہو گئی تھی (اور واقعہ یہ ہے کہ اس جنگ میں دو بدولزائی کی نوبت ہی نہیں آئی تھی)

فتح مکہ

اتھروید میں کہا گیا ہے:

تو نے اے ہند

میں بادشاہوں کو معزول کیا

اور اُن ۶۹۹۰۹۹ صاحب ساز و سامان

لوگوں کو بھی

جو لڑنے آئے تھے

اس صاحب تو صیف و ثنائیم سے

(اتھروید، کتاب ۲۰، ملاحات ۲۱، صفحہ ۷)

مندرجہ بالا پیش گوئی کے حوالے سے تین باتیں قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ نبی کریم ﷺ کے وقت میں مکہ کی آبادی تقریباً ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔
- ۲۔ مکہ میں متعدد قبائل تھے۔ ہر قبیلے کا اپنا سردار تھا اور ان سرداروں کی کل تعداد ۲۰ تھی۔ یہی سردار مکہ کی آبادی کے حکمران تھے۔
- ۳۔ یہاں جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے معنی ہیں ”جس کی بہت تعریف کی جائے“ اور ”محمد“ کے معنی بھی یہی ہیں۔

اسی طرح کی ایک پیش گوئی رگ وید میں بھی موجود ہے۔ جس میں سنسکرت کا لفظ ”Susharna“ استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کے معنی بھی ”تعریف کے قابل“ یا ”وہ جس کی بہت تعریف کی جائے“ ہیں۔ اور اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے عربی لفظ ”محمد“ ہے۔

سام وید کی پیش گوئی

”اچھ نے اپنے خدا سے قانونِ دائمی کا علم حاصل کیا۔ جس سے میں نے اسی طرح نور (ہدایت) حاصل کیا، جس طرح سورج سے روشنی ملتی ہے۔“

(سام وید، کتاب ۲، ساجات ۶)

اس منتر میں پیغمبر کا نام ”اچھ“ بتایا گیا ہے اور یہ ایک عربی نام ہے۔ ویدوں کے اکثر مترجمین نے اس لفظ کا ترجمہ کرنے کی کوشش میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اور لفظ کو ”اچھت“ سمجھ کر ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے اس منتر میں بتایا گیا ہے کہ پیغمبر کو ابدی اور دائمی قانون عطا کیا گیا۔ اس سے مراد اسلام کا ”قانون شریعہ“ ہے۔

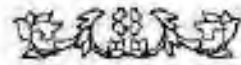
رشی کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر ﷺ کے قانون سے ہدایت حاصل کی اور قرآن مجید

میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا نَفَاقَةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾

”اور (اے نبی!) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“



<http://www.esnips.com/user/urdubooks>

ہندوؤں کی جانب سے
عام طور پر اسلام کے بارے میں
پوچھے جانے والے سوالات

(حصہ دوم)

کیا ویدو جی خداوندی ہیں؟

(سوال)..... اگر یہ درست ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہر دور میں (اور ہر علاقے میں) وحی نازل ہوئی ہے تو پھر ہندوستان کی طرف کون سی ہدیت بھیجی گئی تھی؟ اور کیا ”وید“ اور ہندو مت کی دیگر مقدس کتابیں وحی خداوندی ہو سکتی ہیں؟

(جواب)..... وحی ہر دور میں نازل ہوئی

اس بات کا تذکرہ ہمیں قرآن مجید فرقانِ حمید کی درج ذیل آیت مبارکہ میں ملتا ہے۔

سورۃ رعد میں فرمایا گیا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝﴾

(الرعد: ۳۸)

”تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔ اور کسی رسول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نئی چیز خود لا دکھاتا۔ ہر دور کے لیے ایک کتاب ہے۔“

قرآن میں چار کتابوں کا ذکر ہے

قرآن مجید میں صرف چار الہامی کتابوں کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے۔ اور یہ چار

کتابیں درج ذیل ہیں:

۱۔ توراة

۲۔ زبور

۳۔ انجیل

۴۔ قرآن مجید

توراة سے مراد وہ وحی خداوندی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

زبور سے مراد وہ الہامی کلام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوا۔

انجیل سے مراد وہ وحی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن مجید وہ وحی خداوندی ہے جس کا نزول پیغمبر اعظم و آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ یہ ہدایت الہی کی حتمی اور آخری صورت ہے۔

سابقہ کتب خاص قوموں کے لیے تھیں

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی تمام کتب مقدسہ کسی خاص قوم اور ایک خاص عرصے تک کے لیے نازل ہوتی تھیں۔ لہذا ان کی پیروی بھی اسی عرصے تک مطلوب تھی۔

قرآن پوری بنی نوع انسان کے لیے ہے

قرآن مجید چونکہ آخری اور حتمی وحی الہی ہے، اس لیے اس کو پوری انسانیت کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا گیا ہے۔ محض مسلمانوں یا یوں کہیے کہ محض عربوں کے لیے نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْقُرْآنُ يُخْرِجُ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا إِلَى الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (ابراہیم: ۱)

۱۔ ر۔ (اے محمد!) یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، ان کے رب کی توفیق سے، اس خدا کے راستے پر جہاد بردست اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

اسی سورہ مبارکہ میں آگے چل کر ہمیں ایک اور پیغام ملتا ہے:

﴿هَذَا بَلَعٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنذَرُوا بِهِ وَ لِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَ لِيَذْكُرُوا أَنِلَّابَابِ﴾ (ابراہیم: ۵۲)

”یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ ان کو اس کے ذریعہ سے خبردار کیا جائے۔ اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں۔“

سورۃ البقرہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَ الْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔“

سورۃ زمر میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ وَ مَن ضَلَّٰ فَلِنَافْسِهِ بَعِثُوا عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ بِمُكِبِلٍ﴾

(الزمر: ۴۱)

”اے نبی! ہم نے اب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔“

ہندوستان میں کون سی وحی نازل ہوئی؟

یہاں یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں کون سی وحی خداوندی نازل ہوئی تھی اور یہ کہ کیا ہم ویدوں کو اور ہندو مت کے دیگر متون مقدسہ کو الہامی یا منزل من اللہ سمجھ سکتے ہیں؟

تو بات یہ ہے کہ دیدوں یا ہندومت کی دیگر کتابوں میں سے کسی کتاب کا نام قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں نہیں ملتا۔ نہ ہی کسی ایسی وحی کا ذکر ملتا ہے جو ہندوستان کے علاقے میں نازل ہوئی ہو لہذا ہم یقین سے تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ الہامی کتابیں ہیں لیکن اس امکان کی نفی بھی نہیں کر سکتے۔

بالفاظ دیگر یہ کتابیں الہامی ہو بھی سکتی ہیں اور نہیں بھی۔

بالفرض اگر وید الہامی ہیں؟

اگر بالفرض وید یا ہندومت کی دیگر مقدس کتابیں الہامی متون تھے بھی اور خدا کی طرف سے نازل ہوئے بھی تھے تو پھر بھی یہ صرف ایک خاص دور کے لوگوں کے لیے تھے۔ آج دنیا کے تمام انسانوں کو، اور ان میں ہندوستانی بھی شامل ہیں، صرف ایک ہی وحی خداوندی کی پیروی کرنی ہے، جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری اور حتمی کتاب ہدایت ہے۔ یعنی قرآن مجید فرقانِ مہد۔

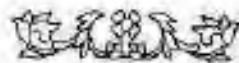
مزید برآں چونکہ سابقہ الہامی کتابیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نازل نہیں کی گئی تھیں لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں محفوظ بھی نہیں فرمایا۔ دنیا کے کسی بھی مذہب کی کوئی بھی کتاب ایسی نہیں جو من جانب اللہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہو اور اپنی اصل حالت میں محفوظ ہو۔ جس میں کسی قسم کی تحریف نہ ہوئی ہو، تدلیس یا تبدیلی نہ ہوئی ہو۔

لیکن قرآن مجید کی پیروی چونکہ روزِ قیامت تک ہوتی ہے اور یہ انسانوں کے لیے ابدی ہدایت کا ذریعہ ہے لہذا اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹)

”اس ذکر (قرآن) کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“



کیا رام اور کرشن پیغمبر تھے؟

(سوال)..... اگر اسلام کہتا ہے کہ دنیا کی ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے تھے تو پھر ہندوستان کی طرف کون سے پیغمبر کو مبعوث فرمایا گیا تھا؟ اور کیا ہم رام اور کرشن کو اللہ کے پیغمبر سمجھ سکتے ہیں؟

(جواب)..... ہر قوم کی طرف پیغمبر بھیجے گئے

قرآن مجید کی سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (فاطر: ۲۴)

”ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی تنبیہ کرنے والا نہ آیا ہو۔“

اسی طرح کی بات قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ بھی فرمائی گئی ہے:

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد: ۷)

”اور ہر قوم کے لیے ایک راہنما ہے۔“

چند پیغمبروں کے ہی واقعات بیان کیے گئے

سورۃ نساء میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ

عَلَيْكَ ﴿النساء: ۱۶۴﴾

”ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔“

سورہ غافر میں بھی ہمیں اس سے ملتا جلتا پیغام دیا گیا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المؤمن: ۷۸)

”(اے نبی!) تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔“

بعض انبیاء کے نام بتائے گئے

قرآن مجید میں صرف ۲۵ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے جن میں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم السلام اور دیگر انبیاء کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ کے مطابق اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے جا چکے ہیں۔

انبیاء صرف اپنی امتوں کے لیے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کو صرف ان کی اپنی قوم کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ اسی طرح ان کی پیروی ایک خاص زمانے اور خاص وقت تک کے لیے لازم تھی۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (آل عمران: ۴۹)

”اور (عیسیٰ علیہ السلام کو) بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کیا۔“

حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں

حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کا اعلان یوں فرما دیا گیا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (احزاب: ۴۰)

” (لوگو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

حضرت محمد ﷺ کی نبوت پوری انسانیت کے لیے

چونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا آخری اور حتمی پیغام لائے تھے لہذا آپ کی نبوت مسلمانوں یا عربوں (یا کسی بھی خاص قوم یا علاقے) سے مخصوص نہیں تھی۔ آپ ﷺ کی نبوت پوری انسانیت کے لیے تھی۔

اس بات کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد جگہ کیا گیا ہے۔ سورہ انبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (انبیاء: ۱۰۷)

”اے نبی! ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

اسی طرح سورہ سہا میں فرمایا گیا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا نَكَاةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سہا: ۲۸)

”اور (اے نبی!) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں کہا گیا:

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر نبی کو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے لیکن مجھے پوری انسانیت کے

لیے بھیجا گیا ہے۔“ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

ہندوستان میں کون سے پیغمبر تشریف لائے

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ہندوستان میں کون سے پیغمبر تشریف لائے تھے؟ اور کیا رام اور کرشن اللہ کے پیغمبر ہو سکتے ہیں؟ تو اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کسی ایسے پیغمبر کا ذکر نہیں ملتا جنہیں ہندوستان میں مبعوث کیا گیا ہو۔ چونکہ رام اور کرشن وغیرہ کا نام قرآن و حدیث میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے لہذا یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لوگ نبی یا پیغمبر تھے یا نہیں تھے۔ بعض مسلمان خصوصاً بعض مسلمان سیاستدان ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ”رام علیہ السلام“ وغیرہ کہنا۔ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ قرآن و حدیث سے اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ وہ اللہ کے پیغمبر تھے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ”شاید“ وہ پیغمبر ہوں..... اور بس۔

اگر وہ پیغمبر تھے بھی؟

فرض کیجیے کہ رام اور کرشن اللہ کے پیغمبر تھے بھی تو وہ صرف ایک خاص زمانے تک کے لیے اور ایک خاص قوم کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہوں گے۔ ان کی پیروی صرف اس زمانے کے لوگوں ہی پر فرض تھی۔ آج ہندوستان سمیت پوری دنیا کے لوگوں کی ہدایت صرف اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی پر منحصر ہے۔ لہذا سب کو انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔

ہندومت کے اوتار

جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے، اس میں پیغمبروں کا کوئی تصور موجود نہیں۔ البتہ اوتاروں کا تصور ہمیں ضرور نظر آتا ہے۔ ”اوتار“ سلسکرت زبان کا لفظ ہے، یہ دو لفظوں سے مل کر بنا ہے یعنی ”اد“ جس کا مطلب ہے نیچے اور ”تار“ جس کا مطلب ہے گزرنا۔ تو اوتار کا مطلب ہے ”وہ جو نیچے اترے۔“

آکسفر ڈکشنری میں اس لفظ کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے:
(ہندو اساطیر کے پس منظر میں) ایک نجات یافتہ روح (یعنی دیوی، دیوتا) کا انسانی
جسم میں زمین پر اترنا۔
آسان لفظوں میں کہا جائے تو اوتار کا مطلب ہے خدا کا انسانی صورت میں زمین پر
آنا۔

ہندومت میں یہ یقین کیا جاتا ہے کہ مذہب کی حفاظت کے لیے، انسانوں کے لیے
ایک مثال پیش کرنے کے لیے یا ان کے لیے اصول و ضوابط معین کرنے کے لیے خدا خود
انسانی صورت میں زمین پر آتا ہے۔ ویدوں میں اوتاروں کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ وید
ہندومت کی مقدس ترین کتب ہیں لیکن ان میں اوتاروں کا کوئی تصور موجود نہیں۔ ”شروتی“
میں اوتاروں کا کوئی ذکر نہیں البتہ سمرتی میں اوتاروں کا ذکر موجود ہے۔ یعنی ”مہان“ اور
اتہاس میں اوتاروں کا حوالہ ملتا ہے۔

ہندوؤں میں جو متون زیادہ مقبول ہیں اور زیادہ پڑھے جاتے ہیں ان میں اوتاروں کا
ذکر موجود ہے۔ مثال کے طور پر بھگود گیتا میں کہا گیا:

”جب بھی اور جہاں بھی

مذہب پر زوال آتا ہے

اے بھرت کی اولاد

جب بھی لامذہبیت کا دور دورہ ہوتا ہے

تو میں اترتا ہوں

جو تک ہیں ان کی مدد کے لیے

جو بڑے ہیں انہیں ختم کرنے کے لیے

اور (مذہبی) اصولوں کو قائم کرنے کے لیے

ہر ہزار سال کے بعد

میں خود ظاہر ہوتا ہوں۔“

(بھگود گیتا، باب ۴)

گویا بھگود گیتا کے مطابق پاک لوگوں کی مدد کے لیے، گناہ گاروں کو سزا دینے کے لیے اور مذہبی اصولوں کو دوبارہ مستحکم کرنے کے لیے خدا خود اوتاروں کی صورت میں زمین پر اترتا ہے۔

اوتاروں کی تعداد

”پرانوں“ کے مطابق اوتاروں کی کل تعداد تو سینکڑوں میں ہے لیکن ”وشنو“ کے

متدرجہ ذیل دس اوتار بتائے گئے ہیں:

- ۱: منیا اوتار..... پچھلی کی صورت میں
- ۲: کرم اوتار..... پکھوے کی صورت میں
- ۳: وراہ اوتار..... خنزیر کی صورت میں
- ۴: نرسمہا اوتار..... بلا (Monsier) کی صورت میں جو آدھا انسان ہے اور آدھا شیر۔
- ۵: وشن اوتار..... ایک پست قد برہمن کی صورت میں جس کا نام وشن تھا۔
- ۶: پرشورام اوتار..... پرشورام کی صورت میں
- ۷: رام اوتار..... رام کی صورت میں جو رامائن کا بنیادی کردار ہے
- ۸: کرشنا اوتار..... گیتا کے بنیادی کردار، کرشن کی صورت میں
- ۹: بدھ اوتار..... گوتم بدھ کی صورت میں
- ۱۰: کھلی اوتار..... کھلی کی صورت میں

یہ تمام متبن جو کچھ بیان کر رہے ہیں وہ واضح ہونے کے باوجود حقیقت سے دور ہے۔
حلول کا عقیدہ

ہاں یہ ہے کہ انسانوں کے بارے میں جاننے کے لیے خدا کو انسانی صورت اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بہت سے مذاہب حلول اور تاسخ کے عقیدے پر تھوڑا بہت یا

زیادہ زور دیتے نظر آتے ہیں۔ اسے فلسفہ تاسخ یا فلسفہ حلول کہا جاتا ہے یعنی خدا کا انسانی صورت اختیار کر لینا۔ وہ اس کے لیے ایک منطقی دلیل بھی فراہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی پاک اور اتنی مقدس ہے کہ دکھ، درد، تکلیف، پریشانی اور مصیبت جو انسان کو درپیش آتی ہیں ان سے وہ لاعلم ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ جب ایک انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے یا وہ کسی پریشانی میں ہوتا ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے۔ لہذا انسان کے لیے تو انہیں وضع کرنے کی خاطر وہ خود انسان کی صورت میں زمین پر آتا ہے۔ بظاہر یہ منطق بالکل درست معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت ایسا نہیں۔

بنانے والا صرف ایک ہدایتی کتابچہ فراہم کرتا ہے

فرض کیجیے میں ایک ٹیپ ریکارڈر بنانا ہوں۔ اب کیا یہ جاننے کے لیے مجھے خود ٹیپ ریکارڈر بنانا ہوگا کہ اس ٹیپ ریکارڈر کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا؟ میں صرف اتنا کرتا ہوں کہ ایک ہدایتی کتابچہ لکھ دیتا ہوں۔ اس کتابچے میں لکھا ہوتا ہے کہ کیسٹ سننے کے لیے کیسٹ کو ریکارڈر میں ڈالیں اور PLAY کا بٹن دبائیں، اسی طرح روکنے کے لیے STOP کا بٹن دبائیں۔ کیسٹ آگے کرنے کے لیے فلاں اور پیچھے کرنے کے لیے فلاں بٹن دبائیں۔ اس ٹیپ ریکارڈر کی حفاظت کریں، اگر یہ لوچی جگہ سے گرایا اس میں پانی چلا گیا تو یہ خراب ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ میں ہدایات پر مشتمل ایک کتاب لکھ دوں گا، جس میں درج ہوگا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔

قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے ہدایت نامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کے بارے میں آگاہی کے لیے انسان بننے کی (نعوذ باللہ) ضرورت نہیں ہے۔ انسانوں کو یہ بتانے کے لیے کہ ان کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا؟ اسے خود ہم انسانوں کی صورت اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس نے صرف یہ کرنا ہے کہ انسانیت کے لیے ایک ہدایت نامہ نازل کر دے۔ آخری

اور حتمی ہدایت نامہ قرآن مجید کی صورت میں نازل کیا جا چکا ہے۔

اس ہدایت نامے میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ انسان کو (کامیابی کے لیے) کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر منتخب کرتا ہے۔ اپنا پیغام انسانوں تک پہنچانے کے لیے وہ انسانوں ہی میں سے ایک انسان کو منتخب کرتا ہے، جس کے ذریعے اس کی ہدایت ہم تک پہنچتی ہے۔ اس کے لیے اسے خود زمین پر آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک خاص انسان تک وحی کے ذریعے اپنی ہدایت اور رہنمائی منتقل کرتا ہے جس کے ذریعے یہ ہدایت دیگر انسانوں تک پہنچتی ہے۔ یہ خاص انسان اللہ کے نبی اور پیغمبر کہلاتے ہیں۔

تصور آخرت

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿كَفَّ كُفْرُؤُنْ بِاللّٰهِ وَكُنتُمْ اٰمَوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۸)

”تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی عطا کی۔ پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔“

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ انسان اس دنیا میں صرف ایک بار ہی آتا ہے۔ اور جب وہ یہاں اپنی زندگی پوری کر کے سر جاتا ہے تو پھر وہ قیامت کے دن ہی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس کے اعمال کا حساب ہوگا اور اپنی نیکیوں اور گناہوں کے لحاظ سے وہ یا تو جنت میں چلا جائے گا یا دوزخ میں۔

دنیاوی زندگی امتحان ہے

قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَفُوْرُ ۝﴾ (المملک: ۲۰)

”جس نے زندگی اور موت کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ دیکھے تم میں سے

کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔“

گویا اس دنیا کی زندگی دراصل ایک امتحان ہے، آخرت کی زندگی کے لیے۔ اب اگر ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہدایت اور احکام کے مطابق یہاں زندگی گزاریں گے، جو ہمارا خالق و مالک ہے، تو ہم اس امتحان میں کامیاب ٹھہریں گے اور جنت میں داخل ہوں گے یعنی حیات و مسرت ابدی پائیں گے۔

اس کے برعکس اگر ہم اپنے خالق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کریں گے تو اس کا مطلب امتحان میں ناکامی ہوگا۔ اور امتحان میں ناکام ہونے والے جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔

قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ وَإِنَّمَا تُوَفَّرْنَ أَجُورُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

”آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر قریب چیز ہے۔“

جنت

الجنت یا بہشت سے مراد دائمی مسرت اور شادمانی کی جگہ ہے، عربی زبان کے اس لفظ کا لغوی مطلب ”باغ“ ہے۔ قرآن مجید میں جنت کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ وہاں جانے والوں کو کیا کیا نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ جنت میں پاک و صاف رودھ

۷۰

اور شہد کی منبریں ہوں گی۔ یہ ایک خوشگوار بارش ہوگی جس کے نیچے پانی کی منبریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہاں ہر قسم کے پھلوں کی بہتات ہوگی۔ جنتیوں پر کبھی کوئی تکلیف نہیں آئے گی، نہ ان پر کبھی تھکن طاری ہوگی۔ جنت میں کسی طرح کی بھی فضول باتیں نہیں ہوں گی، ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آوازیں آئیں گی۔

دوزخ

دوزخ سزا کی جگہ ہے۔ اس جگہ گناہ گار لوگوں کو سزا دی جائے گی۔ دوزخ یا جہنم کا ذکر عموماً آگ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی آگ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

”پنر جہنم“ تنازع نہیں ہے

دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدے کے حوالے سے عام طور پر ”پنر جہنم“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ سنسکرت زبان میں ”پنر“ کا مطلب ہے ”اگلی دفعہ“ یا ”دوبارہ“ اور ”جہنم“ سے مراد ہے ”زندگی“۔ لہذا پنر جہنم کے معنی ہوئے ”دوبارہ زندگی“ یا ”اگلی زندگی“۔ اس کا مطلب ”بار بار دنیا میں آنا“ نہیں ہے۔ ویدوں کے علاوہ جگود گیتا اور ہندو مت کی دیگر مقدس کتابوں میں جہاں بھی ”پنر جہنم“ کا ذکر آیا ہے اگر سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بیش تر صورتوں میں اس سے ”دوسری زندگی“ یا ”اگلی زندگی“ کا تصور ہی ملتا ہے۔ آؤ آگوں یا تنازع کا نہیں۔

تنازع کا یہ عقیدہ بہت بعد میں سامنے آیا۔ یہ ویدک دور کے بعد کی بات ہے جب اس عقیدہ کی نشو و نما ہوئی۔ اور اس تصور کے ذریعے انھوں نے لوگوں کے مختلف حالات میں پیدا ہونے اور مختلف حالات میں رہنے کی توجیہ کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ ہمارا عظیم خالق ”بے انصاف“ نہیں ہو سکتا۔

اسلام اس سوال کا ایک بہتر عقلی جواب دیتا ہے جس پر ہم آگے چل کر گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ

ویدوں میں تصور حیات بعد الموت

ویدوں میں اس حوالے سے بیانات موجود ہیں:

”وہ حصہ جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔

اسے اگنی، اپنی جدت سے

اپنے شعلے سے جلا دے اسے

وہ عظیم اعضا جو تو نے اسے دیے ہیں

اُس کو نیک لوگوں کی دنیا میں منتقل کر دے۔“

(رگ وید، کتاب ۱۰، مناجات ۱۶)

منسکرت لفظ ”منسکری تم اولو کم“ کا مطلب ہے نیک لوگوں کی دنیا یا ”اچھے لوگوں کا

ملاقہ“ اور اس سے مراد آخرت کی زندگی ہے۔ آگے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ آئندہ زندگی یا

آخرت کی زندگی کے بارے میں واضح اشارے دیے گئے ہیں۔۔۔۔۔

سورگ کا تصور

”سورگ“ یا جنت کا تصور بھی ہمیں ویدوں میں جا بجا ملتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ

بیان ملاحظہ کیجیے:

”کھن کی ندیاں جن کے کنارے شہد کے ہیں

صاف شفاف پانی کے ساتھ بہتے ہوئے

دودھ اور پانی کی نہریں

تیری زندگی تک پہنچیں

اور تیری روح کو گونا گوں طریقوں سے

تقویت پہنچائیں۔“

(آخر وید، کتاب ۲، مناجات ۳۳)

”صاف کھن کے تالاب

بڑی مقدار میں بیٹھا شہد
اور پانی کی جگہ تسکین بخش مشروب
اور دودھ اور دہنی سے بھری ہوئی ندیاں
ہماری طرف آئیں
شادمانی کی دنیا میں
ہماری جھیلوں کو کنول کے پھولوں سے بھر دے
ہمارے قریب ہو جا۔“

(القروید، کتاب ۴، مناجات ۳۳)

”جسمانی وجود سے محروم
پاک صاف ہوا کے ساتھ تابندہ
درخشاں دنیا کی طرف جاتے ہیں
آگ ان کے اعضائے ریشہ کو جلاتی نہیں
دنیا کے مسرت میں انھیں بہت سی عورتیں ملتی ہیں۔“

(القروید، کتاب ۴، مناجات ۳۳)

اسی طرح کے متعدد دیگر بیانات بھی ویڈیو میں ملتے ہیں۔
نرکھ کا تصور

ویڈیو میں جہنم، دوزخ یا نرکھ کا تصور بھی ملتا ہے، سنسکرت میں اس کے لیے ”نرکھ
اسٹھنم“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رگ دید میں کہا گیا ہے:
”وہ خدائی آگ انھیں بھسم کر دے گی
اپنے خوفناک شعلوں کے تیز جڑوں سے
انھیں جو احکام کی پروا نہیں کرتے

اور اپنے مالک کے قوانین پر عمل نہیں کرتے۔"

(رنگ دید، کتاب ۳، صفحہ ۵)

تصورِ تقدیر

اسلام میں قدر یا تقدیر کا تصور سمجھنے سے پیش تر یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے بعض پہلو ایسے ہیں جن پر اس کا اختیار نہیں کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے ہی طے شدہ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہ ایک شخص کب اور کہاں پیدا ہوگا۔ اسے کتنی زندگی ملے گی اور یہ کہ اس کی موت کہاں واقع ہوگی۔

حالات میں فرق کا سبب

مختلف افراد کے حالات پیدائشی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک بچہ معذور ہو سکتا ہے دوسرا صحت مند، ایک بچہ امیر ترین گھرانے میں پیدا ہو سکتا ہے دوسرا غریب ترین خاندان میں۔ ہندومت میں اس فرق کا سبب پچھلے جنم کے کرم یا اعمال کو قرار دیا جاتا ہے۔

تباخ یا آواگون کے اس عقیدے کی کوئی منطقی یا سائنسی دلیل موجود نہیں۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اسلام ہمیں قرآن میں اس بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سورہ ملک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ﴾ (الملک: ۲)

”جس نے زندگی اور موت کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔“

موجودہ زندگی ایک امتحان ہے

قرآن مجید کی متعدد آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف طرح کے حالات کے

ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْزِئِينَ ۚ وَالنَّاسُ وَالْضَّرَآءُ وَذُرِّيُّوهُمْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ ۚ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝﴾
(البقرہ: ۲۱۴)

”پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالاں کہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اس وقت انھیں تسلی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔“

قرآن مجید کی سورہ عنکبوت میں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ ارشاد اس معاملے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

﴿أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يَتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۚ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝﴾ (العنکبوت: ۲، ۳)

”کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ”ہم ایمان لائے“ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟“

سورہ انبیاء میں فرمایا گیا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝﴾ (الانبیاء: ۳۵)

”ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔“
سورۃ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾﴾ (البقرہ: ۱۵۵)
اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھٹانے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں، انہیں خوش خبری دے دو۔“

اسی طرح سورۃ انفال میں یہ بات ملتی ہے:
﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آمَاكُمُ وَأَوْلَاكُمُ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾﴾ (الانفال: ۲۸)
”اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں۔ اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔“

ہندومت میں حیات بعد الموت کا تصور

ہندومت میں ایک تصور بار بار جنم لینے اور بار بار اس دنیا میں آنے کا ملتا ہے۔ اس تصور یا عقیدے کے لیے بہت سے نام استعمال ہوتے ہیں، اسے وہ Transmigration of Soul بھی کہتے ہیں۔ اور Reincarnation بھی، اور یہ عقیدہ آواگون بھی کہلاتا ہے لیکن ہندو مذہب میں اس کے لیے ”سارہ“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ سارہ کا عقیدہ ہندومت کے بنیادی عقاید میں سے ایک خیال کیا جاتا ہے۔

ہندومت میں اس عقیدے کی مدد سے مختلف لوگوں کے مختلف حالات میں پیدا ہونے کی توجیہ کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک بچہ صحت مند پیدا ہوا ہے اور دوسرا معذور تو یہ دراصل ان کے پچھلے جنم کے کرموں کا پھل ہے یعنی وہ کام جو انہوں نے اپنی پچھلی زندگی

میں کیے تھے۔ اسی طرح اگر ہماری زندگی میں اچھے اور برے کاموں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اگلے جنم میں ان کا نتیجہ نکل ہی آئے گا۔
ہنگو دگیتا میں کہا گیا ہے:

”جیسے ایک شخص پرانے کپڑے اتار کر نئے پہن لیتا ہے اسی طرح روح بھی پرانے اور بیکار مادی اجسام کو چھوڑ کر نئے جسموں میں آ جاتی ہے۔“
(ہنگو دگیتا، باب ۲، نمبر ۲۲)

دوبارہ جنم لینے کے عقیدے کا ذکر ہمیں اپنشدوں میں بھی ملتا ہے۔ ایک اپنشد میں کہا گیا:
”جس طرح ایک ایک سنڈی ایک پتے سے دوسرے پتے پر منتقل ہو جاتی ہے، اسی طرح روح بھی ایک جسم سے دوسرے جسم تک منتقل ہو جاتی ہے اور ایک نیا وجود اختیار کر لیتی ہے۔“

(زمدارنا کا اپنشد، حصہ ۳، باب ۴)

کرم: سبب اور نتیجے کا قانون

کرم کا مطلب ہوتا ہے افعال یا اعمال۔ اس میں جسمانی افعال بھی شامل ہیں اور ذہنی بھی۔ کرم دراصل عمل اور رد عمل کا نام ہے یا یوں کہیے کہ سبب اور نتیجے کا۔
”جو بوڑھے وہی کاٹو گے۔“

ایک کسان گندم بو کر چاول کاٹنے کی توقع نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح ایک اچھی سوچ ایک اچھی بات یا ایک اچھا عمل بھی اپنا رد عمل ضرور مرتب کرتا ہے۔ یہ رد عمل یا یہ اثر ہماری اگلی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، اسی طرح بری بات یا برا عمل بھی اسی زندگی میں یا آئندہ زندگی میں ہم پر اثر انداز ہوتا ہے۔

دھرم..... فرائض

دھرم سے مراد لازمی فرائض یا ذمہ داریاں ہیں۔ اسی میں فرائض کی ہر سطح شامل ہے۔ بحیثیت فرد بحیثیت خاندان، بحیثیت طبقہ، بحیثیت جماعت غرض پوری کائنات کو اچھے کرم

کمانے کے لیے اپنی زندگی دھرم کے مطابق گزارنی چاہیے۔
بصورت دیگر ہم برے کرم جمع کریں گے۔ دھرم نہ صرف موجودہ بلکہ آئندہ زندگی کو
بھی بدل سکتا ہے۔

ملکشا: آواگون سے نجات

”ملکشا“ سے مراد بار بار جنم لینے کے چکر یعنی سمسارہ سے نجات ہے۔ ہر ہندو کے
لیے آخری مقصد اور منزل یہی ہے کہ وہ اس چکر سے نجات پا جائے اور اس کو دوبارہ جنم نہ
لینا پڑے۔ لیکن اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اس کا کوئی کرم ایسا نہ ہو، جس کی وجہ
سے اس کو دوبارہ جنم لینا پڑے، یعنی نہ کوئی اچھا کرم ہو اور نہ بُرا۔

یہ عقیدہ ویدوں میں نہیں ہے

ویدوں میں ہمیں بار بار جنم لینے کے اس عقیدے کے بارے میں کوئی بات نہیں ملتی۔
کسی بھی وید میں کوئی ایسا بیان موجود نہیں جو روح کے اس طرح جسم بدلنے کے عقیدے کی
تائید کرتا ہو۔



کیا خدا عادل ہے؟

(سوال) :..... اگر خدا عادل ہے تو پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بعض لوگ صحت مند پیدا ہوں اور بعض گونگے بہرے؟ بعض امیر ترین گھروں میں پیدا ہوں اور بعض غریب ترین گھروں میں؟

(جواب) :..... زندگی ایک امتحان ہے
قرآن مجید کی سورہ ملک میں فرمایا گیا ہے:
﴿الَّذِي خَلَقَ الْحَيَوَاتِ وَالْحَبَوَاتِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝﴾ (الملك: ۲)
”جس نے زندگی اور موت کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔“

اللہ تعالیٰ مختلف لوگوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے، جس طرح امتحانوں کے پرچے بدلتے رہتے ہیں ہر بار ایک ہی پرچہ نہیں آتا۔ ہر سال وہی سوالات نہیں ہوتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر کسی سے الگ امتحان لیتا ہے۔ ہر انسان کو مختلف امتحان دینا پڑتا ہے۔ کچھ لوگوں کو صحت دے کر ان کا امتحان لیا جاتا ہے، کچھ کو بیماری اور معذوری دے کر، کچھ لوگوں کو دولت دے کر آزمایا جاتا ہے تو کچھ کی آزمائش غربت اور تنگ دستی سے کی

جانی ہے۔

فیصلہ امتحان کے مطابق ہوگا

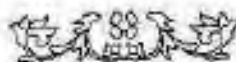
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بندے کا فیصلہ اسے دی گئی سبوتوں اور اس پر پڑنے والی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہی کیا جاتا ہے، اگر اس کی آزمائشیں مشکل تھیں تو یقیناً اس کے ساتھ رعایت کی جائے گی۔ یوں بھی مشکل حالات کا فائدہ اس امتحان میں ہوتا ہی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص غریب ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہے۔ لہذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے حوالے سے اس شخص کا کوئی فہر نہیں کئے گا جب کہ دوسری طرف ایک امیر آدمی پر زکوٰۃ فرض ہے لیکن اکثر امیر لوگ پوری زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، لہذا وہ اسی حوالے سے پکڑے جائیں گے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو پیدائشی نقائص کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ کچھ کو تنگ بہرے ہو سکتے ہیں کچھ کو دیگر معذوریات ہو سکتی ہیں۔ بچہ خود تو ان معذوریوں کے لیے ذمہ دار نہیں ہوتا۔ ایسی صورتوں میں اللہ تعالیٰ والدین کا بھی امتحان لیتا ہے کہ وہ ان حالات میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (الانفال: ۲۸)

”اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں۔ اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔“



بت پرستی کا مقصد؟

(سوال)..... ہندو پنڈت اور دانشور یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ دیر اور ہندومت کی دیگر مقدس کتب مورتی پوجا کی تعلیم نہیں دیتیں لیکن ابتدائی مراحل میں، جب ذہن پختہ نہ ہوا ہو، توجہ مرکوز کرنے کے لیے بت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ذہن ایک بلند سطح تک پہنچ جائے تو پھر مورتی پوجا یا بت پرستی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

(جواب)..... مسلمان بلند ذہنی سطح رکھتے ہیں

اگر مورتی پوجا کی ضرورت صرف ابتدائی سطح پر ہوتی ہے اور بلند تر ذہنی سطح کے حصول کے بعد ارتکاز توجہ کے لیے بت کی ضرورت باقی نہیں رہتی تو پھر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مسلمان پہلے ہی سے اس بلند ذہنی سطح کے مالک ہیں کیوں کہ ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے کسی بت کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بجلی چمکنے کی مثال

ایک مرتبہ میں ایک سوای جی سے LRF میں اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ انہوں نے ایک مثال دی کہ جب بجلی چمکنے پر پچھ پوچھے کہ یہ کیوں چمک رہی ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ”نائی ماں بجلی پیس رہی ہے“۔ چوں کہ بچے کی ذہنی سطح کم ہوتی ہے لہذا ہم اس قسم کی مثال سے اس کو بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو توجہ مرکوز کرنے کے لیے بت کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمیں جھوٹ بولنے کی بالکل اجازت نہیں۔ میں اپنے بچے سے کبھی یہ بات نہیں کروں گا۔ اسے یہ غلط جواب نہیں دوں گا، کیوں کہ مجھے پتہ ہے کہ آگے چل کر جب وہ سکول جائے گا اور وہاں اسے پتہ لگے گا کہ درحقیقت گریج چمک کی آواز کس وجہ سے آتی ہے تو وہ سوچے گا کہ یا تو اس کے استاد جھوٹ بول رہے ہیں اور یا میں جھوٹ بول رہا تھا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بعض سائنسی حقائق کا سمجھنا بچے کے لیے دشوار ہوگا تو آپ کو چاہیے کہ ان حقائق کو آسان اور سہل کر کے سمجھانے کی کوشش کریں لیکن کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ اگر آپ جواب نہیں جانتے تو پھر بھی آپ میں اتنی اخلاقی جرأت ہونی چاہیے کہ آپ اس کو یہ کہہ سکیں کہ ”میں نہیں جانتا“۔ اگرچہ اس جواب سے بچے کی تسلی نہیں ہوتی۔ اگر میں اپنے بچے سے کہوں کہ میں نہیں جانتا تو وہ کہتا ہے کہ ”ابا آپ کیوں نہیں جانتے؟“

اس کے بعد آپ مجبور ہو جاتے ہیں کہ جواب معلوم کریں، یوں آپ کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور آپ کے بچے کے علم میں بھی۔

بعض سواری اس بات کو اس طرح سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ پہلی جماعت میں تو بچے کو موردی پوجا کے ذریعے خدا تک پہنچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعد میں اونچی جماعتوں میں جا کر یہ ضرورت نہیں رہتی کہ وہ ارتکاز توجہ کے لیے بتوں سے مدد لے۔

مگر یہاں ایک بہت بنیادی بات سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ کسی بھی مضمون میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مبادیات کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی بچہ کسی مضمون کے اصول و مبادی کو اچھی طرح سمجھ لے تو صرف اسی صورت میں وہ مستقبل میں اس مضمون میں مہارت حاصل کر سکے گا۔

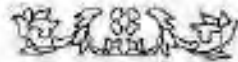
مثال کے طور پر ریاضی کا استاد پہلی جماعت میں بچے کو سمجھاتا ہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ اب چاہے وہ بچہ میٹرک تک پڑھے یا گریجویشن کرے یا پی ایچ ڈی کر لے، اس کے لیے دو جمع دو چار ہی رہیں گے، تین یا پانچ نہیں ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے اعلیٰ

جماعتوں میں وہ الجبراء، ترکو میسٹری اور الگورتھم وغیرہ بھی سکھ جائے لیکن بہر حال دو جمع دو چار رہیں گے۔ لیکن اگر پہلی جماعت میں ہی غلط پڑھایا جائے تو یہ توقع کیسے رکھی جاسکتی ہے کہ وہ طالب علم آگے چل کر ریاضی میں مہارت حاصل کرے گا؟

اسی طرح یہ بھی ویدوں کا بنیادی اصول ہے کہ خدا کا کوئی عکس نہیں، وہ تجسیم سے پاک ہے تو پھر ہندومت کے علماء اس غلط روش پر خاسوش کیوں ہیں؟

کیا آپ اپنے پہلی جماعت کے بچے کو یہ بتائیں گے کہ دو اور دو چار نہیں بلکہ تین یا پانچ ہوتے ہیں اور درست جواب میٹرک میں جا کر دیں گے؟

اگر نہیں تو پھر مذہب میں یہ رویہ کیوں اختیار کیا جائے؟



کیا مسلمان کعبے کو پوجتے ہیں؟

(سوال) اگر اسلام بت پرستی کے خلاف ہے تو مسلمان کعبے کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ وہ کعبہ کی طرف سجدہ کیوں کرتے ہیں؟

(جواب) کعبہ قبلہ ہے!

مسلمان اپنی نماز میں کعبے کی عبادت نہیں کرتے۔ کعبہ تو ان کے لیے قبلہ ہے یعنی وہ سمت جس طرف منہ کر کے مسلمانوں کو نماز پڑھنی چاہیے۔ مسلمان نماز میں سوائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نہ کسی کے سامنے جھکتے ہیں اور نہ کسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

اسلام ہمیشہ مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق پر زور دیتا ہے۔ اب مثال کے طور پر اگر نماز ادا کرتے ہوئے بعض مسلمان شمال کی طرف رخ کریں اور بعض جنوب کی طرف تو یہ اچھی بات نہیں، لہذا مسلمانوں کا اتحاد ٹھیک کرنے کے لیے انہیں ایک خاص طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ کعبے کی سمت ہے۔ لہذا اب صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان کعبے کے جنوب میں رہتے ہیں تو نماز پڑھتے ہوئے ان کا رخ شمال کی طرف ہوگا اور اگر وہ شمال میں ہیں تو جنوب کی طرف۔ اسی طرح اگر وہ کعبے کے مغرب میں ہیں تو مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے اور اگر مشرق میں ہیں تو مغرب کی طرف۔

کعبہ زمین کا مرکز ہے

مسلمانوں نے سب سے پہلے دنیا کا نقشہ بنایا تھا۔ اور انہوں نے یہ نقشہ اس طرح تیار

کیا تھا کہ جنوب اوپر کی طرف اور شمال کو نیچے کی طرف رکھا گیا تھا۔ اس نقشے کے مطابق کعبہ بالکل مرکز میں آتا تھا۔ بعد ازاں مغرب میں دنیا کے نقشے تیار کیے گئے۔ انھوں نے اس نقشے کو الٹا کر دیا یعنی شمال اوپر کی طرف اور جنوب کو نیچے رکھا گیا، لیکن پھر بھی کعبہ اس نقشے کے عین مرکز میں تھا۔ الحمد للہ!

طواف کعبہ، اقرارِ توحید

ہم مسلمان جب مسجد الحرام میں جاتے ہیں تو کعبے کا طواف کرتے ہیں یعنی کعبہ کے گرد دائرے میں چکر لگاتے ہیں اور یوں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جس طرح ہر دائرے کا ایک مرکز ہوتا ہے، اسی طرح کائنات کا ایک ہی خدا ہے، جس کی تمام انسانوں کو عبادت کرنی چاہیے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک بارج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”(حجرا مود کے حوالے سے) کہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے اور اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چھوتے اور بوسہ دیتے نہ دیکھ چکا ہوتا تو نہ تجھے چھوتا اور نہ ہی بوسہ دیتا۔“

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا یہ بیان اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ ہم مسلمان کعبہ کی عبادت نہیں کرتے۔



ہندو دھرم..... ایک مطالعہ

ڈیوڈ اے براؤن، مترجم، فہیم اختر ندوی

الف:- ہندو ازم کیا ہے؟

(۱) ایک بڑا مذہب..... ہندو دھرم دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ کم و بیش ۵۵ کروڑ افراد اس دھرم کے پیرو ہیں۔

ہندوستان کی ۸۰ فیصد سے زائد آبادی ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال اور انڈونیشیا اور بامی میں بھی ہندو دھرم کے ماننے والے بے ہوتے ہیں۔ فجی، ملیشیا، سنگا پور، سری لنکا، مارشس، ویسٹ انڈیز اور چند افریقی ریاستوں میں تو ہندوؤں کی اچھی خاصی تعداد دستی ہے۔ یہ لوگ ہندوستانی مہاجرین کی نسل ہیں۔

عیسائیت، بودھ دھرم اور اسلام کی طرح ہندو مذہب کبھی بھی مشرقی مذہب نہیں رہا۔ گو کہ حال ہی میں ہندو مشنریوں نے کئی مغربی شہروں میں اپنے روحانی مراکز کھول لیے ہیں۔ مغرب میں بہت سے لوگ بالخصوص نوجوان ہندو طرز زندگی سے متاثر ہوئے ہیں، لیکن یہ کہنا قدرے مشکل ہے کہ ان کی یہ دلچسپی کتنی گہری اور دیر پا ہے، مغرب میں ہندو ازم کے اثرات کا اندازہ فی الوقت لگانا دشوار ہے۔

اس کے برعکس ہندو ازم کے اثرات چند مشرقی ایشیائی ممالک کے تمدن پر واضح اور نمایاں ہیں، بودھ دھرم ہندو ازم کی ایک شاخ ہے اور بودھ طرز زندگی میں ہندو ارکان کی پیروی ہوتی ہے۔ اس لیے بودھ دھرم کے فروغ کے معنی ہندو افکار و نظریات کی ترویج و

اشاعت ہے۔

(۲) دنیا کا سب سے قدیم رو بہ عمل مذہب :۔۔۔ ہندو ازم، دنیا کا وہ قدیم ترین مذہب ہے جس کی چھ دی آج بھی کی جاتی ہے۔ لفظ انڈین (Indian) کی طرح ”ہندو“ بھی ”انڈس“ دریا کے نام سے مشتق ہے لیکن نام کے مقابلہ میں ہندو دھرم کہیں زیادہ قدیم ہے۔ ہندو ازم کو آریہ دھرم یا آریہ طرز زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دھرم ہندو ازم میں ایک اہم لفظ ہے جس کا مفہوم، حق، نیکی، اخلاق، قانون، سچائی اور راست پرستی ہے۔ دراصل دھرم وہ طرز زندگی ہے جو نجات اور ”موکش“ کی موجب ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہی دھرم وسیع معنوں میں مذہب بنا گیا۔

تقریباً ۳۰۰۰ ق م ہندوستان ایک سرسبز تہذیب کا گوارہ تھا لیکن آریوں سے قبل ان لوگوں کے مذہبی رجحانات سے ہم بہت کم واقف ہیں۔ ہندوستان میں آریہ تقریباً ۲۰۰۰ ق م میں آئے لیکن اس وقت ان کی مذہبی خیالات کیا تھے، اس کے بارے میں ہم بہت زیادہ نہیں جانتے، عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ہندو ازم میں آریائی اور ماہنل آریائی افکار و نظریات کا استخراج ہے۔

(۳) ایک نسلی مذہب :۔۔۔ ہندو ازم ایک عوامی مذہب ہے۔ ایک پوری قوم نے صدیوں اور قرونوں سے اپنا کرمی اور نسلی ساخت عطا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مذہب مختلف النوع افکار و اعمال کی آماج گاہ ہے۔

ہندو ازم اور دوسرے بڑے مذاہب عالم میں تین اہم فرق ہیں۔

۱: ہندو ازم کا کوئی موجد نہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ ہندو ازم کیسے اور کب وجود میں آیا، اس کی کوئی تاریخ پیدائش نہیں۔ ہزار ہا سالوں میں اس نے بتدریج اپنے ارتقائی مراحل طے کیے۔

۲: ہندو ازم میں ایسا کوئی عقیدہ نہیں جس کی بیرونی ماب پر لازم ہو۔ اس میں کوئی متفق علیہ اصول یا فلسفہ بھی نہیں ہے۔

۳۔ ہندو ازم ایک غیر ادارتی مذہب ہے، ہندو ادارے تو یقیناً ہیں لیکن خود ہندو ازم کوئی ادارہ نہیں ہے۔ اس میں اس کے معتقدین کی ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جو کسی ایک خاص قسم کی عبارت کرے یا کسی عام ضابطہ اخلاق کے مطابق زندگی گزارے۔

(۴) مذاہب کا ایک خاندان :..... ہندو ازم میں اس قدر مختلف النوع رسوم و افکار ہیں کہ اکثر اسے مذاہب کا ایک خاندان بھی کہا جاتا ہے۔ ہندو کون ہے؟ یہ سوال دراصل بہت مشکل ہے۔ کوئی شخص تو اندر و ضو ابھار کے پیچیدہ نظم پر عمل کرے یا بے لگام ہو، کوئی شخص تارک دنیا ہو یا پھر دنیا دار۔ کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرے یا پھر سیکڑوں خداؤں کی، کوئی شخص کسی انسان کو خدا مان کر، جیسا کہ ہندوستان میں بہت سے لوگ کرتے ہیں، اس کی عبادت شروع کر دے یا کسی خدا کو ہی مانے، ان میں سے ہر شخص ہندو ہے۔

ہندو ازم ایک چلک دار مذہب ہے۔ یہ دوسرے افکار و نظریات کو اپنے اندر سمولینے کی قوت رکھتا ہے اور جن کو یہ وقت کے ساتھ ساتھ اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے ہندو ازم کی تعریف اس طرح کی تھی :
”بلحاظ عقیدہ، ہندو ازم مبہم، غیر متشکل، پہل دار اور ہر شے برائے ہر کس ہے۔ اس کی تعریف متعین کرنا سخت دشوار ہے بلکہ مروج معنوں میں اسے دیگر ادیان کی طرح مذہب کہنا بھی مشکوک ہے۔ اس نے ماضی میں بھی اور حال میں بھی ارفع و ادنیٰ اور کبھی کبھی تو متضاد رسوم و افکار کو گلے لگایا ہے۔ اس کی اصل روح ”زندہ رہو اور رہنے دو“ میں پوشیدہ ہے۔“

ب۔ ہندو ازم کی مقدس کتابیں

شروتی اور اسمرتی :- ہندو مقدس کتابوں کی دو قسمیں ہیں :

شروتی کے لغوی معنی ”سنے ہوئے“ کے ہیں، یہ وہ سچائیاں ہیں جو قدیم زمانوں کے رشیوں نے سنیں۔ چاروں وید جو قدیم صحیفے ہیں شروتی کہلاتے ہیں۔ یہ ہندو عقیدے کی اساسی کتابیں ہیں۔ یہ گویا ہندو ازم کے بنیادی اور مستند سرچشمے ہیں۔

اسمرتی کے معنی ”یاد کیے ہوئے“ کے ہیں۔ یہ وہ سچائیاں ہیں جن کا اظہار ریشیوں، مینیوں اور عالموں نے کیا۔ اگر شروتی کو بائبل تسلیم کر لیا جائے تو اسمرتی بائبل سے شتی تعلیمات اور روایات کہلائیں گی۔ ویدوں کے علاوہ تمام الہامی کتابوں کا شمار اسمرتی میں ہوتا ہے۔ ان میں سے اکثر کتابیں مسلکی نوعیت کی ہیں اور دوسرے درجہ کی اہمیت کی حامل ہیں۔ کہانیاں اور کھانیں۔ فرود جماعت کے لیے ضابطہ اخلاق، عبادت کی رسمیں اور دینی مدارس اور فلسفیات اسکولوں کی رودادیں ان کتابوں کا موضوع ہیں لیکن ان میں سے چند خاص کردو رزمیے یا پرائن، رامائن اور مہا بھارت ہندو ازم کی عام وراثت کے اٹوٹ انگ ہیں۔

وید اور اپنشد: وید چار ہیں، رگ، وید، سام، وید، یجر وید اور اتھرو وید۔ ان چاروں ویدوں میں درج ذیل ۳ حصے اہم ہیں:

- الف: منتر۔۔۔۔۔۔ یہ خدا کی تعریف و ثنا میں حمد یہ گیت ہیں۔
ب: برہمن۔۔۔۔۔۔ یہ منتروں کی تشریحات ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان میں رسم قربانی کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔

ج: ارنیک (Aranyakas) میں گیان دھیان کی تفصیلات ہیں۔
د: اپنشد یا پوشیدہ تعلیمات۔ رسوم و شعائر سے الگ ہٹ کر ان میں کائنات اور اس سے انسان کے رشتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اپنشدوں کی تعلیمات کو ویدانت بھی کہتے ہیں۔ انت بمعنی اختتام یعنی ویدوں کا اختتام، یہ ویدانت روحانی سچائیوں سے لبریز ہیں۔ صدیوں پر محیط ہندو ادب کا بیشتر حصہ انہی اپنشدوں کے بلند خیالات کی تشریحات ہیں۔

رامائن اور مہا بھارت:۔۔۔۔۔۔ یہ ہندوستان کے قومی رزمیے ہیں۔ یہ وہ دعوائی کتابیں ہیں جن سے ہندو عوام اخلاقیات کے درس لیتے ہیں، اپنا آئینہ عمل تلاش کرتے ہیں۔

رامائن رام کی کہانی ہے، جو راکششوں کے راجہ رادن کو شکست دے کر دھرتی پر حق اور سچائی کی حکمرانی قائم کرتے ہیں۔ رام اور ان کی اہلیہ سیتا آئینہ دل مرد اور عورت تصور کیے

جاتے ہیں۔ رام کو بھگوان کا اوتار مانا جاتا ہے اور ان کا نام جاپ ہندو ازم میں عام وظیفہ خیال کیا جاتا ہے۔ (اوتار کا مطلب کسی دیوتا کا انسان کا روپ اختیار کر لینا ہوتا ہے۔) مہابھارت ایک عظیم جنگ کی کہانی ہے، ہدی کے علم بردار ۱۰۰ کوروش کی کے علم بردار پانچ پانچ دوس کے خلاف صف آرا ہوتے ہیں۔ بھگوان کے اوتار شری کرشن کی مدد سے نیکی ہدی پر فتح یاب ہوتی ہے۔

یہ عظیم کتابیں محض قصہ کہانیاں ہی نہیں ہیں، ان میں وہ کردار اور واقعات بھی ہیں جو انسان کے عملی کردار کے ترجمان ہیں۔ یہ شجاعت، وفاداری، جان نثاری، حق گوئی اور ثابت قدمی کا درس دیتی ہیں، ان کتابوں نے نہ صرف کئی فلسفوں کو متاثر کیا ہے، بلکہ انھوں نے ہندوستانی آرٹ اور ادب پر بھی اپنی گہری چھاپ چھوڑی ہے۔

بھگود گیتا..... یا بھگوان کے گیت ہندو الہامی کتابوں میں سب سے بہتر تصور کی جاتی ہے۔ یہ مہابھارت کا ایک حصہ ہے، جنگ کے موقع پر پانچ دھانیوں میں سے ایک ارجن کے دل میں شکوک پیدا ہوتے ہیں گو کہ میں حق پر ہوں پھر بھی اپنے ہی لوگوں کے خلاف جنگ کیوں لڑی جائے؟ میدان جنگ میں بھگوان کرشن اسی شک کے ازالہ کی خاطر عمل انسانی کی اخلاقی اور فلسفیانہ پیچیدگیوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ کتاب کا پورا متن ایک طویل مکالماتی خطاب ہے۔ یہ کتاب انسانوں کو تعلیم دیتی ہے کہ ہر شخص کو ہر حال میں انجام سے بے فکر ہو کر اپنے فرائض (دھرم) ادا کرنے چاہئیں۔ گیتا کی بنیادی تعلیم بے لوث عمل پر مرکوز ہے جو خدا سے وابستگی کا ذریعہ بھی ہے۔

”وہ خدا واحد ہی ہے جو سب کا خالق ہے اور جو سب میں سرایت کر جانے والا ہے۔ انسان کا اپنے فرائض کو پورا کرنے ہی کا دوسرا نام خدا کی عبادت ہے جس سے وہ درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔“

گیتا کی تعلیمات کا یہی خلاصہ ہے۔ یہ عملی طور پر بہت آسان بھی ہے۔ یہ کہتی ہے اپنے فرائض پورے کیجیے۔ زندگی کے کسی بھی موقع پر، آپ کا جو بھی فرض ہے اس کو پورا کرتا

ہی خدا کی اصل عبادت ہے۔

گیتا کے بارے میں کہا جاتا ہے یہ ہندو فلسفہ کی روح ہے، اسے عام انسانوں کی اپنشد بھی کہتے ہیں کیوں کہ یہ اپنشد کی بہیم اور مشکل تعلیمات کو عام فہم انداز میں پیش کرتی ہے۔

گیتا نے جدید ہندوستان میں ہندو ازم کے احیاء میں زبردست کارنامہ انجام دیا ہے۔ گاندھی جیسی جدید ہندوستان دوسرے تمام لوگوں پر فوقیت دیتا ہے، گیتا کو ”اخلاق کی حتمی رہبر“ قرار دیتے ہیں۔ اپنی خود نوشت سوانح حیات ”دی اسٹوری آف مائی ایکسپیریمینٹس وڈ تھ (The Story of my experiments with truth) میں وہ گیتا کو ان لفظوں میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

”جس طرح انگریزی الفاظ کے معنی جاننے کے لیے مجھے انگریزی لغت کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے، بالکل اسی طرح میں اپنی مشکلات کے فوری حل کے لیے اس کتاب اخلاق کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

لاکھوں ہندو روزانہ گیتا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لاکھوں افراد درختوں کی چھاؤں میں یا شہر کے عظیم الشان بالوں میں گیتا پر عالمانہ تقریریں سنتے ہیں۔ ہندو کتابوں میں گیتا سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جاتی ہے۔

ج۔۔ ہندو ازم کی تاریخ

صدیوں تک ہندو ازم تاریخ اور وقت کے دھارے سے کنارہ رہا جس کے سبب آج یہ بنانا انتہائی دشوار ہے کہ اس کی ابتدا کب ہوئی۔ گیتا کب لکھی گئی؟ کب اور کہاں ایک خاص واقعہ رونما ہوا یا کوئی تحریک چلی؟ ہم نہیں جانتے۔ ایسا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے، جس سے کسی اہم آدمی کی زندگی کے واقعات یا اہم واقعات کی تاریخ معلوم ہو سکے۔

جدید دور کے آنے تک ہندو ازم کی ہندوستانی تاریخ کو حوالہ کے بغیر ہی سمجھا ہوگا، صدیوں اور قرونوں کے ارتقائی مراحل کے مشاہدے پر قناعت کرنا ہوگا۔

۱۔ ویدوں کا دور ۶۰۰-۲۰۰۰ ق م

یہ ہندو عقیدہ کی تشکیل کا دور تھا۔ گویا کہ یہ دور ابھام تھا، لیکن ہندو ازم کو ایک واضح سمت ملی۔ ہمد رگی کے ساتھ ساتھ ایک رگی بھی جلوہ گر رہی۔

الف۔ ویدوں کے دیوتا اور رسوم:۔۔۔ اس دور میں ادب و جہد میں آیا، سب سے پہلے رگ وید میں بہت ساری حمدیں، آسمان، سورج، دھرتی، طوفان اور آگ دیوتاؤں کی نذر کی گئی ہیں۔ اس دور میں عام طور پر لہر رتی طاقتوں کی پرستش کی گئی ہے۔ ان میں سے طاقت کا دیوتا ”اندرا“ اور راستی کا دیوتا ”وردن“ خاص ہیں۔ دیوتاؤں کو راضی اور خوش کرنے کے لیے رسومات کی ادائیگی اور قربانیاں کی جاتی تھیں۔ ایسا خیال کیا جاتا تھا کہ کائنات کا نظم قربانیوں کی وجہ سے قائم ہے۔ ایک مہین کے مطابق خود کائنات دیوتاؤں کے ذریعہ دی گئی قربانی کے نتیجہ میں وجود میں آئی تھی۔

لیکن ان چیزوں کا سمجھنا عامیوں کے بس کی بات نہ تھی، چنانچہ وہ قربانیوں کو محض رسم ہی سمجھتے رہے۔ ان کے لیے قربانی کی رسم ایک چاروتھی، وقت کے گزرنے کے ساتھ قربانی محض ایک مذہبی رسم بن کر رہ گئی، قربانی دینے والے بیماریوں کو اہمیت اور طاقت حاصل ہوتی گئی۔ اب انھیں سمجھوں پر فوقیت حاصل تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ انھیں پوشیدہ امر ار کا علم ہے اور ان کا وجود عوام کی بہتری کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

ب۔ بلند ترین حقیقت کی تلاش:۔۔۔ وید کے گیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام کی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، لیکن وہ اس بڑے خدا کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے جو ان دیوتاؤں کا بھی دیوتا تھا۔ وہ ”توحید“ کے بحر و خار کے غواص تھے۔ توحید جس کا مطلب ایک خدا کے وجود پر یقین کرنا ہے۔ اپنے شہدوں میں انتہائی حقیقت کی یہ تلاش اور بھی تیز ہو گئی ہے۔ اپنے شہدِ تعلیمات میں خدا کو اکثر ”تو ہی ہے“ سے مخاطب کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی سب سے عظیم روح یا وہ طاقت جو کائنات کی خالق اور پالنے والی ہے اور انسانی روح سے مماثلت ہے۔ مزید برآں کائنات سے

پرے خدائے واحد کے وجود کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنے خدا کا دعویٰ ہے کہ حقیقت ایک اور صرف ایک ہے، برہمن کائنات کی عظیم ترین روح ہیں، انسانی روح دونہیں بلکہ ایک ہیں اور ایک جیسی ہیں۔ اس فلسفہ کو ”ادویت“ کے نام سے جانتے ہیں۔ خدا کو جاننے اور اس میں غم ہو جانے کی یہ کوشش محض چند افراد نے کی، عام لوگوں نے تو دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے قربانیاں دینے کا راستہ ہی اپنایا۔

ج: ذاتوں کی تقسیم۔ ہر ملک میں لوگ دولت، پیسے اور خاندان کی بنیاد پر تقسیم ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ذات کی بنیاد پر لوگوں کی تقسیم عمل میں آئی۔ اس تقسیم نے ہر سماجی گروہ کی حیثیت سماج میں متعین کر دی۔ اس نظام نے کسی ذات کا دوسری ذاتوں سے کس طرح کا تعلق اور رویہ ہو اور چھوٹی ذاتیں بڑی ذاتوں کو کس طرح نذر گزاریں یا ان کی خدمت کس طرح کریں، تفصیلات بیان نہیں۔ ذات پات کا نظام ویدک دور میں پھلا پھولا۔ وید میں اس نظام کی بنیاد کی بابت ایک دیومالائی قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

”برہمن یا پجاری طبقہ“ کائنات کے خالق برہما کے منہ سے پیدا ہوا۔ چھتری یا حکومت کرنے والا طبقہ برہما کے بازو سے پیدا ہوا۔ ویش یعنی تاجروں کے طبقہ نے برہما کی جانگھ سے جنم لیا اور شودر یعنی محنت کشوں نے برہما کے پیروں سے جنم لیا۔

ابتدا میں شاید کسی شخص کی ذات کا تعین اس کے پیسے کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ اسے یہ اختیار ہوتا تھا کہ وہ اپنا پیشہ تبدیل کر کے اپنی ذات تبدیل کر لے لیکن رفتہ رفتہ ذات ایک موروثی شے بن گئی اور کسی شخص کی ذات اور اس کا پیشہ، اس کے والدین کی ذات سے منسوب ہو گیا۔ اس فکر نے سماج کو ایک جامد نظام دیا، بلکہ قوت کو چند ہاتھوں میں مرکوز کر کے عوام الناس کے استحصال کے دروازے کھول دیے۔ شروع میں ذات پات کے نظام نے سماج کے استقرار میں عملی رول ادا کیا، لیکن اس کی خوبیوں کو اس کی برائیوں نے ڈھانپ لیا۔ اس نظام نے تمام سماجی تعلقات کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی اور فرد کی آزادی یکسر

خواب و خیال ہو کر رہ گئی۔ ایک ذات سے پھر صد ہا ذاتوں نے جنم لیا اور ہر ایک کے اپنے اپنے پیچیدہ قواعد و ضوابط بنے۔ ذات پات کے نظام میں ”اچھوت“ بھی تھے جن کا سایہ بھی ناپاک کر دینے والا تصور کیا گیا۔

د: عمل کا قانون (کرم)۔۔۔۔۔ قانون ”عمل“ ذات پات کے نظام سے متعلق ہے اور ہندو عقیدہ کا مرکزی خیال ہے۔ عملی زندگی میں جو مقام ذات پات کے نظام کو حاصل ہے وہی مقام روحانی زندگی میں ”عمل یا کرم“ کو حاصل ہے۔

قدیم ہندو تعلیمات کے مطابق انسانی زندگی کا مقصد انتہائی اور ابدی حقیقت میں ضم ہو جانا ہے۔ یہ مقصد ایک زندگی میں حاصل نہیں ہو سکتا، اسی لیے ہر روح کو کئی زندگیاں گزارنی پڑتی ہیں۔ روح نہ پیدا ہوتی ہے اور نہ اسے موت آ سکتی ہے۔ جس طرح زندگی کے بعد موت یقینی ہے اسی طرح موت کے بعد دوبارہ زندگی یقینی ہے۔ یہ عمل جاری رہتا ہے، تا وقتیکہ روح انتہائی پاک و صاف ہو کر کائنات کی روح میں ضم ہو جاتی ہے اور اپنے منہجائے مقصود کو حاصل کر لیتی ہے۔ اس عمل کو ”سمسرا“، ”بمعنی کسی شے سے گزرنا“ کہتے ہیں۔ پیدائش اور دوبارہ پیدائش کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ روح اس عمل سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہو جاتی۔ یہ آزادی نجات یا موکش کہلاتی ہے۔ یہ جہاں اسباب سے نجات ہے اور بار بار پیدائش سے موکش ہے۔ اس نجات کا مطلب عقیم ترین خدا میں ضم ہو جانا ہے۔ ہندو عقیدہ میں کسی روح کی یہ افضل ترین کامیابی ہے۔ نجات خدا میں زندگی کا حصول ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں قانون ”عمل“ سانسے آتا ہے۔ اس قانون کے مطابق آج جو آدمی ہے، وہ کل کیا تھا کا نتیجہ ہے۔ اور وہ آنے والے کل کو کیا ہوگا، اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ وہ آج کس طرح زندگی گزار رہا ہے۔ ہر عمل یا واقعہ دوسرے عمل یا واقعہ کو جنم دیتا ہے۔ یہی ”قانون“، ”عمل“ ہے۔ یہ ایک بے لاگ قانون ہے اور کسی فیصلہ کا محتاج نہیں ہے۔ اس میں نہ ہی جزا ہے اور نہ ہی سزا۔ قانون ”عمل“ موجودہ زندگی اور سابقہ زندگی اور

۲ نے والی زندگی کے درمیان ایک کڑی ہے۔

۳۔ رد عمل کا دور ۲۰۰-۶۰۰ ق م

۶۰۰ ق م میں ہندو ازم کے رد عمل میں دو تحریکیں ”جین مت“ اور ”بدھ مت“ نمودار ہوئیں۔ ان کے بانیوں کا مقصد یہ تھا کہ برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری کو ختم کر کے عوام کو مذہبی رسوم اور قربانیوں سے نجات دلائی جاسکے۔ انھوں نے تعلیم دی کہ انسان کا منجھائے مقصود خدا میں ضم ہونا نہیں بلکہ خود کو جاننا، پہچاننا اور پانا ہے۔ انھوں نے کہا انسان اپنے اس مقصد کو خود پر قابو پا کر حاصل کر سکتا ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ دونوں متوں کے بانی بدھ اور مہا ویر بنیادی طور پر ہندو تھے، بدھ کی تعلیمات میں کہیں کہیں اپنشدوں کی تعلیمات دکھائی پڑتی ہیں۔

اس زمانے میں ویدک دتیا نویت کے خلاف بدھ مت اور جین مت کے علاوہ متعدد تحریکیں ابھریں لیکن جلد ہی ختم ہو گئیں۔ بدھ مت کو ایک مختصر سی مدت کے لیے عروج حاصل ہوا، لیکن ہندوستان میں اس کی مقبولیت ٹھٹھتی گئی۔ شہنشاہ اشوک کے دور میں اسے کمال کا عروج حاصل ہوا، لیکن اس دور میں بھی یہ ہندو عقیدہ کو پامال نہ کر سکا۔ ہندو ازم کے چند بنیادی افکار و نظریات کو چیلنج کیا گیا اور بعض مذہبی شعائر کو ہدف ملامت بھی بنایا گیا، لیکن ہندو ازم کی اساس متزلزل نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ہندوؤں نے بدھ کو بھی اپنا ایک دیوتا تسلیم کر کے اس کی پرستش شروع کر دی۔

نئی تحریکوں نے ہندو ازم پر بہر حال اپنی چھاپ ڈالی۔ اب اخلاقیات اور صالح اعمال پر زور دیا جانے لگا۔ قربانیوں کے خلاف رد عمل سے جانوروں کی زندگی کا احترام اجاگر ہونے لگا۔ بودھ و جہانیت مقبول ہونے لگی۔

مورتی پوجا اسی دور کی پیداوار ہے۔ اپنے اپنے نجی دیوتاؤں کا تصور عام ہوا۔ پرانی روایتیں قائم رہیں لیکن نئے عناصر بھی در آئے۔

۳۔ رزمیوں اور پُرانوں کا دور ۲۰۰ ق۔ م سے ۱۰۰۰ ق۔ م
الف: عظیم رزمیے:..... احتجاج اور ردِ عمل کے دور کے بعد احیاء کا دور آیا۔ رامائن اور مہا
بھارت جنھوں نے ہندو ازم کی ترویج میں اہم رول ادا کیا، اسی دور کے ابتدائی حصہ
سے منسوب ہیں۔

یہ تحریریں جب عوام تک پہنچیں تو انھوں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ اپنشدوں
میں خدا کا تصور کسی بھی صفت سے پاک تھا۔ وہ سب کچھ تھا اور کچھ بھی نہ تھا۔ اسے صرف یہ
کہہ کر بیان کیا جاسکتا تھا کہ وہ یہ نہیں ہے۔ رام اور کرشنا کی صورتوں میں وہی خدا جو غیر
مرئی تھا جان دار ہو جاتا ہے۔

ب: اوتار کا فلسفہ:..... بھگود گیتا میں کرشن اپنے کو قادرِ کل کہتا ہے۔ وہ سورج کی روشنی
میں، آگ کی چمک میں، تمام چیزوں میں زندگی کی رمت اور تارکین دنیا کا کفارہ
ہے۔ قربانی میں وہ خود ہی نذر، خود ہی آگ اور خود ہی قربانی گزارنے والا ہے۔
میدانِ کارزار میں کرشن ارجن سے کہتا ہے:

”میں خالقِ کل ہوں اور پیدا نہیں ہوا ہوں۔ اس کے باوجود میں اپنی پُر اسرار
توت کے ذریعہ قدرت میں ہویدا ہوں..... میں ہر زمانے میں اوتار کی
صورت میں جنم لیتا ہوں تاکہ نیکو کاروں کی حفاظت کروں، بدکاروں کو برباد
کروں اور دھرم کی حکومت کا از سر نو قیام کر سکوں۔“

یہی اوتار کا فلسفہ ہے۔ اوتار کے معنی اترنے کے ہیں، خاص طور پر خدا کا آسمانوں
سے اترنا، خدا کی تجسیم کو اوتار کہتے ہیں لیکن یہاں اوتار حضرت یسوع مسیح کی تجسیم سے
قدرے مختلف ہے۔ ہندو ازم میں ۹ اوتار جنم لے چکے ہیں اور دسویں اوتار کو ہنوز جنم لینا
ہے۔

ج: بھگتی مسلک:..... اوتار کے فلسفہ کی مقبولیت نے ایک نیا باب روشن کیا۔ لوگوں نے
خدا کو مجسم دیکھنا شروع کر دیا اور انھوں نے خدا کے تین کاموں کے لیے الگ الگ

اوتار بنالیے۔ برہما خالق تھا تو دشتو حفاظت کرنے والا اور شیو ہلاک کر دینے والا تھا۔ تینوں مل کر تری مورتی کہلائے، ان اوتاروں نے لوگوں کے قلب و ذہن کو مسخر کر لیا اور عوام کے گھر گھر میں انھوں نے جگہ پائی۔ لوگوں نے ان سے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کیا جس نے بعد میں بھکتی کا روپ لے لیا۔ بھکتی ایک خوبصورت لفظ ہے۔ جس کے معنی صرف عقیدت ہی نہیں۔ یہ والہانہ عقیدت ہے۔ خدا کی یاد میں محور ہونا اور اسے پالنے کی چاہت کو بھکتی کا نام دیا گیا۔ ہندو دھرم میں بھکتی کی روایت بہت مالا مال ہے۔ شکر اچھے فلسفوں نے اسے حثارت سے دیکھا، لیکن بھکتی کی حیاتی صدیوں تک عوام کے لیے مشعل راہ بنی رہی۔

پُران :..... مذہبی نظموں نے جوہر ان کے نام سے جانی جاتی ہیں، بھکتی تحریک کو ہمیز کیا، ان نظموں میں دیوتاؤں کے اعمال، عظیم شخصیتوں کے کارنامے اور رشیوں منیوں کے کمالات بیان کیے گئے ہیں۔ اہم ہر انوں کی تعداد اٹھارہ ہے لیکن چند غیر اہم ہر ان بھی ملتے ہیں، کچھ ہر انوں میں دشتو کا، کچھ میں برہما کا اور باقی میں شیو کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دیوتا کے الگ الگ معتقدین بھی رہے ہیں۔ مثال کے طور پر دشتو کے پجاریوں کو ویشنو اور شیو کے پجاریوں کو شیو بھکت کہتے ہیں۔

اس دور کے اختتام پر بھگوت پُران لکھی گئی۔ بھکتی ادب میں اس کا منفرد مقام ہے۔ یہ دشتو کے تمام اوتاروں سے متعلق کہانیوں اور کتھاؤں کا مجموعہ ہے۔ عام ہندوؤں کے بیشتر مذہبی عقاید اسی پُران سے لیے گئے ہیں۔ یہ نجات کے لیے بھکتی طریق زندگی پر زور دیتی ہے۔ اس پر ان نے لا تعداد نظموں، کتھاؤں اور تصویروں کو جنم دیا۔ متذکرہ بالا تین اہم دیوتاؤں کے علاوہ شکتی (قوت) کو بھی دیوی کی طرح پوجا گیا۔ شکتی دیوی کی پرستش کو بڑھاوا دینے میں تاتترک ادب نے بہت بڑا رول ادا کیا ہے۔

فلسفہ :..... ہندو فلسفہ کے نو اسکولوں کی تشکیل اسی دور میں ہوئی، ان کو درشن اس لیے کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ دنیا کو دیکھا جاسکتا ہے۔ چھ دقیقہ نوی نظام ہیں

کے بقول، بھگوان دنیا اور زمی روح سب حقیقتیں ہیں۔ دنیا اور روح بشر کا انحصار بھگوان پر ہے۔ خدا کے وجود سے پرے، ان کا کوئی وجود نہیں۔ درحقیقت یہ خدا کا جسم ہیں۔ انسان کا خدا پر مکمل اعتماد ہی نجات کا ضامن ہے۔

اسلام کے اثرات :..... اس دور میں گو کہ ہندوستان پر مسلمان حکمرانی کر رہے تھے، لیکن ہندو عقیدہ پر اسلام کے بہت گہرے اثرات نہ تھے۔ اسلام نہ تو ذات پات کے نظام کو کمزور کر پایا اور نہ ہی مورتنی پوجا ہی ختم ہو سکی۔ مسلم شہنشاہ اکبر نے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی، جس میں ہندو عقیدہ کی بھی جھلک تھی لیکن یہ تجربہ کامیاب نہ ہو سکا۔ مگر کوئی کبیر نے اپنے ذاتی تجربہ کہ خدا انسانوں کے دلوں میں رہتا ہے کی بنیاد پر ایک آفاقی مذہب کی تبلیغ کی۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے ہی ان کی لاش پر اپنا دعویٰ کیا کیوں کہ ہندو انھیں اپنے رواج کے مطابق جلانا چاہتے تھے، جب کہ مسلمان انھیں دفنانا چاہتے تھے۔

جب ہندوؤں نے اپنے درمیان ایک بالکل مختلف مذہب دیکھا تو وہ اپنے مذہب کے تئیں کچھ زیادہ حساس ہونے لگے۔ اب وہ اپنے صدیوں پرانے مذہب اور کلچر پر فخر کرنے لگے، اپنی پوری تاریخ میں انھوں نے اپنے عقیدہ کی خاطر پہلی بار لڑنا سیکھا، ہندو ازم کبھی بھی دوسروں کو ان کے عقیدہ سے پھیرنے والا مذہب نہیں رہا ہے، لیکن اب ہندوؤں نے مشنریوں کا مقابلہ کرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ مسلم دور حکومت کے خاتمہ پر ہندو اپنے مذہب کے تئیں اس دور سے کہیں زیادہ حساس تھا جب ہندو ازم نے آنکھیں کھولیں۔

س: سکھ مت :..... اس دور میں سکھ مت ایک نئے مذہب کی صورت میں ابھرا، اس کے بانی ناک ایک سیدھے سادے اور نیک آدمی تھے، وہ لوگوں سے اتنا محبت کرتے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلم اتحاد پیدا ہو، ایک ایسا طریق زندگی اور ایسا عقیدہ ابھر کر سامنے آئے جس سے محبت کو فروغ حاصل ہو لیکن اصلاح کی یہ تحریک رفتہ رفتہ ایک نئے مذہب میں ڈھل گئی۔

۵۔ دور جدید ۱۹۷۵ء اقم کے بعد

دور جدید مغرب اور عیسائیت کے اثرات اور اصلاحی تحریکوں کے عروج کا دور ہے۔ ایسی تحریکیں بڑی حد تک مغربی تعلیم کا نتیجہ ہیں، اس دور میں ہندوستانی قوم پرستی نے سر ابھارا اور اسی کے ساتھ ساتھ ہندو طرز زندگی کو جلا ملی۔ جدید دور صرف اصلاح کا ہی نہیں، نیا جہان کا دور بھی ہے۔

الف: اصلاحی تحریکیں:۔۔۔ تین بڑی اصلاحی تحریکیں ابھریں جن میں پہلی تحریک برہمن سماج تھی جس کے بانی راجہ رام موہن رائے تھے۔ سماج نے سماجی اور مذہبی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ یہ تحریک ہندو ازم کو معززہ کرنے کی تحریک تھی۔ اس نے سماجی برائیوں مثلاً کسٹوں کی شادی اور مذہبی شعائر مثلاً سورتی پوجا کی مخالفت کی۔ اس تحریک نے عورتوں کی تعلیم اور عیاذ کی دوبارہ شادی پر زور دیا۔ یہ خالص توحید پرست تحریک تھی، جس نے اوتار کے عقیدہ کی تعلیم نہیں دی۔ اس نے ذات پات کے نظام کو برف ملامت بنایا۔ سماج پر عیسائی تعلیمات کی گہری چھاپ دکھائی پڑتی ہے، اس کے بعد کے لیڈروں میں سے ایک کیشب چندر سین حضرت یسوع مسیح سے بے حد متاثر تھے، وہ چاہتے تھے کہ عیسائیت اور ہندو ازم کے درمیان دوری ختم ہو۔

دوسری تحریک آریہ سماج اصلاحی تحریک سے کہیں زیادہ تحریک احیا تھی۔ اس کے سب سے بڑے رہنما سماجی دیا مندر سوتی ایک متشدد ہندو تھے، اس تحریک نے ہندو ازم کو چیلنج کیا، تاکہ اپنے مالہ مال گم گشت درشت کو تلاش کیا جاسکے۔ یہ تحریک اسلام اور عیسائیت کی مخالف تھی۔ اس نے مذہبی قوم پرستی کو بڑھا دیا اور ہندوؤں کو تعلیم دی کہ وہ اپنے عقیدہ پر سختی سے کاربند ہوں۔

تیسری تحریک رام کرشنا مشن ہے جو شری رام کرشن پرم ہنس کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ رام کرشن ایک سیدھے سادے غیر تعلیم یافتہ برہمن تھے، جن میں خدا کو پانے کی بڑپ تھی۔ وہ ایک مندر کے پجاری تھے۔ وہ خود پر مکمل کنٹرول کر کے خدا کی زبردست تلاش میں

سرگرداں ہو گئے۔ انھوں نے دیوی ماما کا دھیان کیا، یہاں تک کہ ایک دن ان کے سامنے وہ سراپا ظاہر ہوئیں، بعد میں انھوں نے اور دیوتاؤں کا جلوہ بھی دیکھا۔ انھوں نے حضرت مسیح کو بھی دیکھا، تمام مذاہب کا اتحاد رام کرشن کے لیے ایک ذاتی تجربہ بن گیا۔ انھوں نے کہا:

”میں نے تمام مذاہب ہندو ازم، اسلام اور عیسائیت کی پیروی کی، میں نے مختلف مسلکوں کی بھی پیروی کی، میں نے پایا کہ تمام لوگ ایک ہی خدا کی جانب بڑھ رہے ہیں، گو کہ راستے الگ الگ ہیں۔ جہاں بھی دیکھتا ہوں لوگوں کو مذہب کے نام پر جھگڑتے دیکھتا ہوں..... لیکن وہ اس پر کبھی غور نہیں کرتے کہ جو کرشن ہے وہی شیو ہے اور وہی قدیم کی توانائی عیسیٰ اور اللہ ہے۔۔۔ وہی رام ہزاروں ناموں کے ساتھ۔“

(ٹی۔ ایم۔ پیا۔ مہا یون، آؤٹ لائنز آف ہندو ازم، صفحہ ۲۲۱)

رام کرشن کے گرد بہت سے معتقد نو جوان جمع ہو گئے، جنہوں نے انھیں گرو تسلیم کیا، رام کرشن نے خود سے کوئی کتاب نہیں لکھی اور نہ ہی کوئی رسمی بیان دیا۔ ان کی تعلیمات کو ان کے مریدوں نے سپرد قلم کیا۔ انھوں نے کہا کہ زندگی کا اولین مقصد خدا کو پانا ہے۔ یہ مقصد تمام مذاہب میں مشترک ہے جس کا حصول بھکتی کے ذریعہ ممکن ہے، ہم کو اس خدا سے محبت کرنی چاہیے جس کے ہم متلاشی ہیں۔

رام کرشن ایک بزرگ آدمی تھے، وہ دنیا کی اہم باطنی اور تصوف کی تحریکوں سے متاثر تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ جس مسلک کے پیرو تھے، وہ ایک عملی مسلک تھا۔ ایسا مسلک جو نہ صرف رسوم کی قید سے آزاد تھا، بلکہ جس نے روایتی تعلیم پر بھی زور دینا مناسب سمجھا۔

رام کرشن کی تعلیمات کو عام کرنے میں ان کے ایک مرید دوویکا نندا کا بہت بڑا ہاتھ ہے دوویکا نندا ابھی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہی تھے کہ ان کی ملاقات رام کرشن سے ہوئی، اس ملاقات نے ان کی زندگی کا دھارا ہی بدل دیا۔ انھوں نے اپنے گرو کی تعلیمات کو عام کرنے

کے لیے رام کرشن مشن کی بنیاد ڈالی، جسے آج ہندو مذہب کے مشنری بازو کی حیثیت حاصل ہے، یہ مشن رفاہی کاموں میں بھی مصروف ہے۔ ہندوستان میں یہ ایک بڑی تعداد میں تعلیمی، طبی اور رفاہی ادارے چلاتا ہے، بہت سے مغربی شہروں میں بھی اس کے مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ اندرون و بیرون ملک اس نے ہندو ازم کی تبلیغ و اشاعت میں زبردست رول ادا کیا ہے۔

سب: ٹیگور:..... ہندو عقیدہ کے احیا میں شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے بھی ایک فیصلہ کن رول ادا کیا ہے، ان کی نظموں اور گیتوں کا محور خدا اور انسان ہوتا ہے، ان کی شاعری میں ہندوستانی عوام کی بلند حوصلگی جھلکتی ہے۔ وہ ہندوستانی قوم پرستی اور ہندو احیا پرستی دونوں کے ہی ترجمان ہیں، ان کی نظموں میں بھکتی گہرائی و گیرائی کروٹیں لیتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

”گردش شب و روز جاری ہے، لیکن جو میرے دل کی دھڑکن ہے جو مختلف ناموں اور روپوں میں جلوہ گر ہوتا ہے جو میرے لیے خوشی اور رنج کے لحاظ لاتا ہے۔ اس کی ایک جھلک کو بدلتوں ترستا ہوں۔“

(ٹیگور جیتا نلی، ص ۷۲)

”وہ کہتے ہیں کہ مندروں اور مقدس مقامات پر خدا نہیں ملتا۔“

”وہ وہاں ہے جہاں کسان سخت زمین پر بل چلا رہا ہے، وہ وہاں ہے جہاں سڑک بنانے کے لیے کوئی محنت کش پتھر توڑ رہا ہے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہر وقت موجود ہے۔ دھوپ میں بھی اور بارش میں بھی اور اس کے پہرے گرد آلود ہیں۔“

خدا کو ترک دنیا کر کے نہیں بلکہ اس کو قبول کر کے پایا جاسکتا ہے کیوں کہ خدا نے تخلیق کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہے، اسی لیے وہ ہمیشہ اپنی مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے۔“

ایک ہندو عقیدہ یہ بھی ہے کہ انسان ہی خدا ہے، لہٰذا اسی خدا کی بندگی کرتے ہیں، جو انسان ہے اور جس کا مذہب انسانوں کا مذہب ہے۔ ان نظریہ نے کہ انسان ہی دھرتی کی تقدیر ہے، ہندوستان کی جنگ آزادی میں ایک مثبت رول ادا کیا۔

ج: گاندھی!۔۔۔ آج کے دور میں مہاتما گاندھی کی حیات اور کارنامے ہندو ازم کی سب سے اچھی مثالیں ہیں۔ گاندھی کو لوگ عموماً اس حیثیت سے جانتے ہیں کہ انھوں نے اپنا اور عدم تشدد کے بل پر ہندوستان کی کامیاب جنگ آزادی لڑی۔ وہ ایک عملی آدمی تھے لیکن ان کا عمل ان کے عقیدہ کی دین تھا۔ گاندھی فطری طور پر ایک مذہبی آدمی تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ مذہب پر یقین کامل ہی کے سبب انھوں نے سیاست میں حصہ لیا اور ان کا مذہب ہندو ازم تھا۔ گاندھی جی حضرت مسیح کی تعلیمات بالخصوص پہاڑی کے وعظ سے بھی بہت متاثر تھے۔ تقییب کے واقعہ نے انھیں ہمیشہ بیدار رکھا، اس سب کے باوجود وہ ایک راسخ العقیدہ ہندو تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

”میرا مذہب ہندو ازم ہے جو میرے نزدیک انسانیت کا مذہب ہے اور جس میں جملہ مذاہب عالم کی بہترین چیزیں یکجا ہیں۔“

”سچائی میرا بھگوان ہے اور عدم تشدد اس کو پانے کا راستہ۔“ گاندھی جی اکثر کہا کرتے تھے۔ گاندھی کا بھگوان کوئی مرقی شے نہ تھا بلکہ ایک اصول تھا، اس کے باوجود گاندھی مورتی پوجا کرنے والوں سے کبھی نہیں جھگڑے۔ وہ لکھتے ہیں:

”بھگوان وہ ہے جسے ہم محسوس تو کرتے ہیں لیکن جانتے نہیں۔ میرے نزدیک بھگوان محبت اور پیار ہے، بھگوان اخلاق اور انسانیت ہے، بھگوان بے خوفی ہے، وہ تمام زندگی اور روشنی کا منبع ہے۔ اور بایں ہمہ وہ ان سب پر فائق ہے، بھگوان ضمیر ہے یہاں تک کہ وہ دہریے کی خدا ماننا شامی ہے، وہ کلام اور اسباب میں موجود ہے، جو لوگ اس کے طبعیاتی وجود کے قائل ہیں، ان کے لیے وہ ذاتی بھگوان ہے، جو لوگ اسے چھوٹا چاہتے ہیں، ان کے لیے وہ مرقی ہے۔ وہ

اصل جوہر ہے، وہ ان کا ہے جو اس پر یقین رکھتے ہیں، وہ ہر شخص کے لیے ہر شے ہے۔“

یہ ایک عجیب و غریب ہندو نظریہ ہے۔ ہندو ازم بے سرو پا مذہب کبھی نہیں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندو ازم وحدتِ ادیان کا قائل ہے۔ دوسرے ہندوؤں کی طرح گاندھی بھی ہر دینِ راستہ رو ہے۔“ پر یقین رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انھوں نے مذاہب کے درمیان کبھی بھی مسابقت نہیں چاہا اور نہ ہی انھیں تبدیلی مذہب پر یقین تھا، وہ سمجھتے تھے کہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اپنا توالش مندی نہیں ہے اور یہ فعل سماجی زندگی کے امن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ گاندھی کے بہت سے پیرمائی دوست تھے، لیکن انھوں نے تبلیغ مذہب اور تبدیلی مذہب کو کبھی نہیں سراہا، گاندھی اپنے دور میں، بجا طور پر ہندو ازم کی تعمیل کہے جانے کے لائق ہیں۔ وہ ہندو احیاء پرستی اور اس کے لیٹان دونوں کا ہی جیتا جاگتا نمونہ تھے۔

۱) رادھا کرشنن، اور ویندو..... ڈاکٹر رادھا کرشنن اور شری اور ویندو دورِ حاضر کے دو اہم ہندو شارح اور مبلغ ہیں۔ رادھا کرشنن کا جو ہندوستان کے صدر، جمہوریہ بھی رہ چکے ہیں، خیال تھا کہ مذاہب کے آپسی تضادم کا حل ہندو ازم کے پاس ہے، وہ وٹ صرف ایک عقیدہ کے لیے بلکہ خدا کے عالم گیر عرفان کے لیے بھی حل فراہم کرتا ہے، شری اور ویندو تحریر فرماتے ہیں:

”ہندو مذہب وہ عالمی مذہب ہے جو مادیت پر سائنسی مشاہدات اور تجربات اور فلسفیانہ قیاس کے ذریعہ فتح یاب ہو سکتا ہے..... جو ان تمام ممکنہ ذریعوں کو بروئے کار لاتا ہے، جن سے خدا تک پہنچنا ممکن ہو سکے..... وہ جو ہم کو موت کی حقیقت سے یکسر دور کر کے لافانی بناتا ہے۔“

۲) ہندو عقاید..... ہندو ازم کے ارتقا کے بیان میں ہم چند اہم تعلیمات پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب ہم اس کے چند غیر معمولی نظریات کی تفصیل بیان کریں گے۔

زندگی کے چار ہدف:

ہندو ازم کے مطابق زندگی کے چار ہدف ہیں۔ دھرم، ارتھ، کام اور موش۔ موش لفظ گوشت پوسٹ کے جسم اور فانی زندگی سے نجات ہے۔ نجات کے معنی کو موجودہ زندگی میں سماج اور خاندان کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے اور یہی ارتھ کا مقصد ہے۔ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے دوران اسے نفسانی خواہشات کی تکمیل بھی کرنی ہے اور یہی کام کا مقصد ہے۔ ذمہ داریاں کیسی بھی ہوں، طالب نجات کے لیے ہر حال میں دھرم (راستی) کا پالن ضروری ہے۔

زندگی کے چار ادوار:

روایتی ہندو ازم زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کرتا ہے۔ پہلا دور طالب علمی کا ہے۔ طالب علم مجرد ہوتا ہے اور گرو آشرم میں اپنے گرو کے زیر نگرانی مقدس کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ یہ ایک اہم دور ہوتا ہے۔ حصول علم سے فراغت کے بعد وہ خانگی اور معاشرتی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ وہ اولادیں پیدا کر کے اپنے اسلاف کا قرض اٹارتا ہے، وہ جفاکشی اور مروت کے جوہر کو پروان چڑھاتا ہے اور پورے سماج کی فلاح کے لیے اپنے کو وقف کرتا ہے۔ تیسرے دور میں وہ زندگی سے کنارہ کش ہو کر اپنی اہلیہ کے ساتھ جنگل میں زندگی گزارتا ہے۔ ان مرحلوں سے گزر کر آخری دور میں اسے ایک نیکو کار کی حیثیت سے موش مل جاتا ہے۔ اس دور میں وہ دنیا اور اس کی لذتوں سے اپنا ناٹھ پوری طرح توڑ لیتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں ہر شخص پر پہلے تین دور واجب ہیں، وہیں چوتھے دور کا انحصار مشا پر ہے۔ جو چاہے تارک دنیا ہو اور جو نہ چاہے سونہ ہو۔

تین راستے:

ہندو ازم کی تاریخ، انسان کی تلاش حق کی تاریخ ہے۔ یہ حق و معرفت کے حصول اور پاہت کی داستان ہے۔ ایک ہندو کے نزدیک خدا اصل حقیقت اور سچائی ہے۔ اپنشدوں میں ایک دعا مذکور ہے۔

مجاز سے حقیقت کی جانب میری رہنمائی کر
تاریکی سے نور کی جانب میری رہنمائی کر
فنا سے بقا کی جانب میری رہنمائی کر

ہندو ازم کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ انسان کی تلاش حق، تلاش روشنی اور تلاش بقا کا مذہبی ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہندو ازم تین راستوں کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ تین راستے یوگا بھی کہلاتے ہیں۔ یوگا کے معنی طوق کے ہوتے ہیں، یوگا سے مراد خدا کے حضور اپنی گردن میں غلامی کا طوق ڈالنا ہے، اس کا مطلب مکمل ذہنی، فکری اور بدنی تربیت ہے۔

۱۔ پہلا راستہ عمل صالح ہے۔ خدا کے عرفان کے لیے بے لوث خدمت ضروری ہے۔ ہر شخص کے ذمہ چند فرائض (دھرم) ہیں۔ اپنے فرائض کو پورا کرنا ہی عمل صالح ہے۔ بھگود گیتا میں کرشن، ارجن سے کہتے ہیں:

”تمہارا کام عمل کرنا ہے۔ تمہیں شمر کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ پس کبھی بھی پھل کی خاطر کام نہ کرو اور نہ کام چھوڑو۔“

ایسا شدہ ہندو ازم بجا طور پر ایسے ہی عمل پر زور دیتا ہے، ایک زمانے تک ہندو ازم کو جہاں دیگر مذہب تسلیم کیا جاتا تھا۔ تارک و نیا سادھو کو ہی آئیڈیل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج عمل پر زور ہے نہ کہ ترک عمل پر۔ زندگی میں عمل صالح کے لیے آج گاندھی جی کی شخصیت اور رام کرشن مشن جیسے اداروں کی مثال پیش کی جاتی ہے۔

۲۔ دوسرا راستہ بھکشی کا راستہ ہے۔

۳۔ تیسرا راستہ علم کا راستہ ہے، صرف ذہنی علم نہیں، بلکہ روحانی روشنی بھی۔ یہ علم ویدوں اور دوسری الہامی کتابوں کے مطالعہ سے شروع ہوتا ہے، اس کے بعد ایک طویل عرصہ دھیان اور ریاضت کا آتا ہے۔ علم کی آخری منزل خود آگاہی ہے، یہی وہ منزل ہے، جب وہ اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ذات کا حصہ ہے۔ اس منزل میں عارف کی روح کو نجات یا موکش حاصل ہو جاتی ہے۔

خدا اور آدمی:

ہندو ازم ایک طرف تو یہ بتاتا ہے کہ (الف) خدا غیر مرئی اور قادر کل ہے تو دوسری طرف یہ بھی بتاتا ہے کہ (ب) وہ لباس بشری میں ہوتا ہے۔ پس (الف) وہ بصیرت اور بصارت سے پرے ہے اور اس میں تغیر و تبدل ناممکن ہے لیکن (ب) وہ انسانی حالات پر گہری نگاہ رکھتا ہے اور اس دنیا میں نیکی (دھرم) کے قیام اور بدی کی منج کنی کے لیے اکثر آتا رہتا ہے۔

آدمی کا مقصد خدا کا حصول ہے، اس کا مقبضائے مقصود ہی یہی ہے کہ وہ خدا کی ذات میں ضم ہو کر موش حاصل کرے۔ ایسا تب ہی ممکن ہے جب وہ متذکرہ بالا ایک یا ایک سے زیادہ راستوں کو اپنا کر زندگی کے چاروں ادوار کی تکمیل کرے اور اپنی زندگی میں متذکرہ بالا چاروں اہداف کے حصول کی کوشش کرے۔ یہ مقصد یکے بعد دیگرے کئی زندگیوں میں اسی طرح حاصل ہوتا ہے، جس طرح ایک طالب علم یکے بعد دیگرے کئی سال تک محنت کر کے اپنا مقصد حاصل کرتا ہے۔

مروج ہندو ازم

ابھی تک ہم خالص ہندو ازم کے افکار و نظریات سے بحث کر رہے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ لاکھوں ہندوؤں کے مذہب یعنی مروجہ ہندو ازم میں بھکتی اور عبادت کا کوئی مشترک طریقہ نہیں ہے۔ الگ الگ خطوں کے الگ الگ مذہبی رسوم و شعائر ہیں، بلکہ یہ کہنا کہیں زیادہ صحیح ہوگا کہ گاؤں گاؤں میں یہ جدا جدا ہیں۔ لاقعدا ہندو دیوی دیوتاؤں میں سے کوئی ہندو کسی کو بھی اپنا خاص دیوتا چن سکتا ہے، ہر خاندان کا ایک مخصوص دیوتا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کسی گاؤں کا ایک مخصوص دیوتا ہوتا ہے۔

مقامی طور پر ہندو ازم میں متعدد مسلکی گروہ ہوتے ہیں، بڑے گروہ شیو، برہما، وشنو یا شکتی کی پوجا کرتے ہیں، لیکن چھوٹے موٹے گروہ اپنے اپنے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں، مختلف گروہوں کے مابین بہت سے مسلکی اختلافات ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں ہم

ہندو مذہب کے عام پہلوؤں پر مختصر طور پر تحریر کریں گے۔

عبادت

ہندو اپنے گھروں اور مندروں میں پوجا کرتے ہیں۔ کئی خوش حال لوگ اپنے گھروں میں ایک کمرہ یا اس کے کسی حصہ کو پوجا گھر کی شکل دے دیتے ہیں، اس پوجا گھر میں وہ اپنے مخصوص دیوی دیوتا کی مورتی یا تصویر رکھتے ہیں، پوجا کے وقت دیوتا کے سامنے دیپ جلاتے ہیں اور انگریزی یا دھوپ کے دھوئیں سے خوشبو پیدا کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے یہاں پوجا ایک انفرادی فعل ہے، عیسائی گرجا گھروں میں اجتماعی عبادت کی طرح کا ہندو ازم میں کوئی تصور نہیں، لیکن ہندوؤں کی پوجا شاید ہی کبھی ذاتی نوعیت کی ہوتی ہو، ان میں دیوتاؤں کے نام کی تکرار کے ساتھ ساتھ منتر اور مقدس اوراد پرائے جاتے ہیں۔ خدا تو بے نام ہے، لیکن اس کے ہزاروں نام ہیں، اس کا نام جینا اور اس کے متعدد ناموں کو گنا ہندوؤں کی پوجا کا ایک خاص حصہ ہے، اس ضمن میں ایک کہانی بھی دہرائی جاتی ہے کہ ایک آدمی نے مرنے کے وقت کس طرح غیر ارادی طور پر خدا کا نام لے لیا اور اسے موکش حاصل ہو گئی۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے لڑکے کا نام نارائن تھا جو خدا کا ایک نام ہے، اس نے لڑکے کا نام لے کر پکارا، جس کی وجہ سے نجات حاصل ہو گئی۔

مندروں اور پوجا

ہندوستان اپنے مندروں کے سبب مشہور ہے، گوکہ شہروں میں عظیم الشان مندر ہوتے ہیں، لیکن ہر گاؤں کا اپنا ایک مندر بھی ہوتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں عقیدت مندوں کی ایک بھیڑ روز حاضری دیتی ہے۔ اس کے علاوہ لاتعداد چھوٹے چھوٹے روڈ سائڈ مندروں میں بھی مقامی لوگ اپنے مخصوص دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔

طرز اور فکر کے لحاظ سے ہر مندر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، جہاں کسی مخصوص دیوتا کی پوجا ہوتی ہے۔ مندر کا چھتری دیوتا کی مورتی کو منبھاتا، کیڑے پہنتا اور کھانا کھلاتا ہے۔ معتقدین دیوتا کو کھانے چڑھاتے ہیں اور پھر اسی کھانے (پرساد) کو لوگوں میں تقسیم

کر دیا جاتا ہے۔

ہندو مندروں میں بھٹکتی ہوئی ہے اور شور ہوتا ہے۔ اسی شور شرابے کے دوران معتقدین یکے بعد دیگرے پوجا کرتے ہیں اور جڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ دیوی دیوتاؤں کی صورتوں کی پرمکھما بھی کرتے ہیں۔

تیوہار اور تیرتھ یا تراٹھیں

ہندو بہت سے تیوہار مناتے ہیں۔ کچھ مقامی تیوہار ہوتے ہیں جیسے دیوالی (روشنی کا تیوہار) جسے راکشش راجہ پر کرشن کی فتح کے جشن کے طور پر مناتے ہیں اور کچھ علاقائی اور مقامی تیوہار ہوتے ہیں، کچھ موسمی تیوہار بھی ہوتے ہیں، جیسے کیرالا میں اونم اور تامل ناڈو میں پوگس تیوہار فصل کٹنے پر منائے جاتے ہیں۔ کئی تیوہار دیوی دیوتاؤں کی نصرت اور برائی کے خاتمہ کی یاد میں منائے جاتے ہیں۔ جیسے بنگال کا تو می تیوہار درگا پوجا جسے دیوی ماں درگا کے ذریعہ شر پر خیر کی فتح کی یاد میں مناتے ہیں۔ اسی طرح دسمبرہ تیوہار کوراون پر رام کی فتح کی یادگار میں مناتے ہیں۔ ان تیوہاروں میں ناچ گانے اور ڈرامے کے پروگرام ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں ہزاروں حیرتھ استھان ہیں۔ ان میں بیشتر کا تعلق دیوی دیوتاؤں کے کارناموں سے ہے یا ان لوگوں سے ہے جن کا ذکر ہندوستانی خرافیات میں ہوا ہے۔ شمالی ہندوستان میں وندرا بن کو کرشن کی جائے پیدائش کے سبب ثقہ بن حاصل ہے۔ کچھ حیرتھ استھانوں کو ان کے مندروں کے سبب شہرت حاصل ہے۔ جیسے جنوبی ہندوستان میں مدورائی اور رائیڈورم، کچھ حیرتھ استھان کسی مقدس دریا مثلاً گنگا یا کسی مقدس پہاڑی مثلاً تروریتی اور ساہری ملائی سے متعلق ہوتے ہیں۔ گنگا کو سب سے زیادہ مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اس کے منبع یا اس کے کناروں پر بے ہوئے شہروں کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً بنارس کا شہر ہندوستان کے مقدس ترین مقامات میں ہوتا ہے۔

لوگ زندگی میں کبھی بھی اور کسی وقت بھی حیرتھ استھان کی یا ترا کر سکتے ہیں، لیکن عام طور پر ایک متعین موسم میں یا متعین وقت میں لوگ حیرتھ یا ترا کرتے ہیں۔ اس کا سبب موسم ہوتا ہے یا یہ تصور کہ کسی خاص موقع یا تیوہار پر یا ترا کرنے کا زیادہ اجر ملتا ہے۔

فرد، خاندان اور لوگوں کے بڑے گروہ، امیر و غریب، خواجہ اور ناخواجہ، زندگی کے

ہر شعبہ اور ہر طبقہ سے متعلق افراد، گاہے گاہے، ٹرینوں، بسوں اور ٹیل گاڑی کے ذریعہ تیرتھ استھانوں کو جاتے ہیں، کبھی کبھی تو اپنا کپڑا اور کھانا لاد کر پیدل ہی طویل مسافت طے کرتے ہیں۔ کئی تیرتھ استھانوں پر یاत्री صرف دیوی دیوتاؤں کے درشن کرتے اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں، لیکن دوسری جگہوں پر سخت مذہبی رسوم ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً تروپتی کی یاترا کرنے والوں کو مندر کے احاطہ میں سرمنڈانا ضروری ہوتا ہے۔

رسم درواج

ہندوؤں کی ایک قدیم کتاب ”منو کے قوانین“ میں برہمنوں کے لیے بارہ مقدس رسموں کا ذکر ہے۔ ان رسموں میں سب سے پہلی رسم حمل سے متعلق ہے لیکن آج کل رواجی ہندو بھی ان رسوم کی پابندی نہیں کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں پیدائش، شادی اور موت سے متعلق بہت سے رسم و رواج ہیں، ہر علاقہ کی رسموں میں کافی فرق ہوتا ہے، ہر ذات کے اپنے رواج ہوتے ہیں۔ براہمن ابھی تک اپنے لڑکوں کو مقدس ڈنار پہنانے کی رسم کا جشن مناتے ہیں۔ واضح رہے کہ براہمن کو یہ ڈنار تا عمر پہننا ہوتا ہے۔

ہر ہندو کی زندگی میں علم نجوم کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ علم نجوم کے ذریعہ کسی شخص کی پیدائش پر تیار کیے گئے لکھنے کی بنیاد پر اس کے اخلاق و کردار اور واقعات زندگی کی پیشین گوئی کی جاتی ہے۔ جیوتش میں پیدائش کے وقت کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کے یہاں ہر عمل کا ایک مبارک وقت (شگون) ہوتا ہے۔ خریدنے اور بیچنے کا، بونے اور کٹنے کا، سفر کرنے، عبادت شروع کرنے کا یہاں تک کہ شادی کرنے کا ایک شگون ہوتا ہے۔

عام طور پر والدین دولہا اور دلہن کی شادی کرتے ہیں، وہ دولہا اور دلہن کے ذائقے ملا تے ہیں اگر دونوں میں مطابقت ہوتی ہے تو شادی طے ہو پاتی ہے۔ شادیوں کے جشن کئی دنوں تک جاری رہتے ہیں لیکن بعض شادیاں انتہائی سادگی سے گھروں میں یا مندروں میں بھی ہو جاتی ہیں۔

ہندو اپنے مردوں کو جلا دیتے ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا مردہ والدین کی چتا میں آگ لگاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک اولاد نرینہ کی بہت اہمیت ہے۔

دقیانوسی ہندو ”شدھ“ اور ”اشدھ“ کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ پابندی سے روز اشان

کرنا اور منتخب کھانوں کو ہی کھانا ہندوؤں کے نزدیک شدہ ہونے کے مترادف ہے۔ بیشتر ہندو گوشت نہیں کھاتے۔ جو ہندو گوشت کھاتے بھی ہیں وہ گائے یا بھینس کے گوشت سے پرہیز کرتے ہیں۔ قدیم دور سے ہی گائے کو مقدس اور مبارک سمجھا جاتا ہے۔ گائے جی کے بقول گائے کی پوجا کا مفہوم تمام زندگیوں کا احترام ہے۔ یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ دور حاضر میں گائے کی پوجا کا یہ مفہوم نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

اختلاف میں اتحاد

ہندو ازم میں طرح طرح کے مذہبی خیالات و افکار اور رسم و رواج ہیں۔ اس مذہب میں عام طور پر قدرتی طاقتوں کی پوجا ہوتی ہے۔ دوسری جانب ہندو ازم میں روحانیت اور بھکتی بھی ملتی ہے۔ وائش وروں کے بقول خدا منعہائے حقیقت ہے۔ وہ غیر مرنی روح کائنات ہے جس سے ملن موجب نجات ہے۔ اس کے برعکس گائے کا سادہ لوح و ہتھان دیوتاؤں کی بھکتی کر کے انہیں راضی رکھنا چاہتا ہے۔ بایں ہمہ یہ سب ہندو ہیں۔

وہ سوائی بھی ہندو ہے جو پالتی مار کر بیٹھتا ہے اور خدا اور کائنات کی گتھیوں کو سلجھانے میں لگا رہتا ہے اور وہ بوڑھی عورت بھی ہندو ہے جو گتھیں جی کے آگے سر پاجیز و اکسار کی سورتی بن کر کھڑی ہوتی ہے۔ جو لوگ ہاتھوں پر تلک لگاتے ہیں وہ بھی ہندو ہیں اور وہ لوگ بھی جو کبھی مندر نہیں جاتے، پوجا نہیں کرتے اور کسی طور ہندو نہیں دکھائی پڑتے۔ لیکن پھر بھی وہ فکر اور خیال کے سبب ہندو ہی ہیں۔ ایک عام ہندو کہادت ہے "جتنے دماغ اتنے ہی نظریات"۔ رگ وید میں مذکور ہے "حقیقت ایک ہے نام مختلف ہیں" یہی وہ خیال ہے جو ہندو ازم کے بیشتر تصانیف کی بنیاد ہے۔ گیتا میں ارجن سے کرشن کہتے ہیں "بھگت جس طریقے سے بھی پرستش کرنا چاہے اس کے عقیدہ کو میں راسخ کرویتا ہوں۔ آدمی جس حال میں بھی مجھے پکارے میں اسے قبول کرتا ہوں کیوں کہ ہر راستہ میرا اپنا راستہ ہے۔"

(و) ہندو ازم کا مستقبل

ہندوستان اور ہندو ازم

حالانکہ آزادی کا وہ قوی جوش سرد پڑ گیا ہے لیکن ہندو ازم کا احیا جاری ہے۔ جنونی

ہندوؤں نے چاہا تھا کہ ہندو راج قائم ہو لیکن اس کے برعکس دوسرے لوگوں کی جدوجہد کے نتیجے میں آج ہندوستان ایک سیکولر ریاست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کسی خاص مذہب کو اوروں پر فوقیت نہیں دیتی۔ ریاست عوام کے مذہبی عقاید اور رسم و رواج میں غیر جانب دار ہوتی ہے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کی پیروی اور تبلیغ کی آزادی ہوتی ہے۔

آج بھی ہندو ازم ملک کی اکثریت کا مذہب ہے۔ اس ملک کا کلچر، مجموعی طور پر، ہندو کلچر ہے اور اخلاق و کردار ہندو اخلاق و کردار ہے۔

ہندوستان نے ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے ترقی اور جدید کاری کا جڑ اٹھایا ہے۔ اس نے تمہید کیا ہے کہ غربت کا خاتمہ ہو اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو۔ اس کے وہی مقاصد ہیں جو دنیا کے تمام ترقی پذیر ملکوں کے ہیں لیکن زبان علاقیت، کثرت آبادی، غربت اور سماجی عدم مساوات کے مسئلے صغیریت بن کر سامنے کھڑے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روایتی ہندو ازم کی تعلیمات آزاد ہندوستان کی تمناؤں کی تکمیل میں کس درجہ معاون ہوں گی؟ جدید کاری میں ہندو ازم معاون ہو گا یا سدراہ؟ کیا یہ مجوزہ ترقی اور اس کے حصول کے لیے بنیاد اور مظلوم توانائی فراہم کر سکے گا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب چنداں آسان نہیں ہے۔

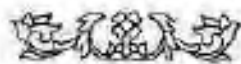
فرسودہ روایتیں اور تبدیلیاں

آج ہندو ازم کو انہی حالات کا سامنا ہے جن سے تمام مذاہب عالم دوچار ہیں۔ چند ہندو دانشوروں کا خیال ہے کہ ہندو ازم تہہ آہ ہو جائے گا۔ صرف بمبکتی کی چند روایتیں سطح آب پر نظر آئیں گی لیکن دوسرے بہت سے دانشور اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ نہایت پر اعتماد اور جوشیلے لہجے میں کہتے ہیں کہ سیکولر ازم کی تند و تیز آمدنی سے ہندو ازم متاثر نہ ہو گا کیوں کہ اس کی مخفی طاقت نئے نظریات اور تازہ قوتوں سے نہرو آڑا ہونے کے لیے کافی ہے۔ ہندو ازم کے حامیوں کا کہنا صحیح بھی ہو سکتا ہے کہ کیوں کہ باطنی میں بھی ایسے ہی دشوار حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ اک لچک دار مذہب ہے جو کسی شخص یا کتاب سے پیوستہ نہیں ہے۔ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اس میں سخت تا مساحہ حالات قائم و دائم رہنے اور ہوا

کے سمت پہنچنے کی صلاحیت ہے۔ یہ اپنے ظاہری تحمل سے اپنے مخالفین کو تھکا دیتا ہے۔
 ہندو ازم نے اپنی بہت سی سماجی برائیوں پر قابو پا لیا ہے، بہت سے معاملات میں اس
 نے سماجی قوانین کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ ذات پات کے نظام میں اب وہ سختی باقی
 نہیں رہی۔ چھوت چھات کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ عورتوں کو آزادی ملی ہے۔ پرانے
 اوبام اور سماج مخالف رسم و رواج مثلاً سنی اور کم سنی کی شادی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔
 گوکہ دیہی معیشت کو صنعتی نظام نے اس بری طرح متاثر کیا ہے کہ دیہی زندگی مفلوج
 ہو کر رہ گئی ہے اور شہری تمدن نے خاندانی نظام کو تباہ کر ڈالا ہے لیکن پرانی قدروں میں
 اب بھی طاقت باقی ہے۔ حالانکہ روایتی قدریں ختم ہوئی ہیں لیکن ان کی جگہ بنوڑ پر نہیں ہوئی
 ہے۔ ذات پات کے نظام کا سامنا ابھی بھی ہے۔ ذات پات بظاہر باقی نہیں رہی لیکن وحشی
 طور پر ابھی بھی مضبوط ہے۔ ذات پات کا نظام کس قدر حاوی ہے، اس کا ثبوت اس امر
 سے ملتا ہے کہ بہت سے مقامات پر عیسائی بھی ذات پات کے شکنجے میں گرفتار ہیں۔
 بہت سے ہندو رائج عقیدہ نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مندروں اور تیوہاروں کی
 وہی جڑ ہی باقی ہے۔ شہر کے مندروں یا دیہات کے، ان میں عقیدت مندوں کی تعداد
 میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ نئے نئے مندروں کی تعمیر بھی جاری ہے۔ نئے نئے مسک اور
 متوں کا ظہور ہوتا ہے۔ تیرتھ استھانوں کی یا ترا بھی جاری ہے۔ گیروے رنگ کے لباس میں
 سادھو اب بھی سڑکوں پر ٹھلٹے نظر آتے ہیں، کلاسیوں پر گھڑی اور ہاتھوں میں ٹرانسٹر سے
 ان کے ڈبہ میں کمی نہیں ہوتی۔

بھارتیہ ودیا بھون جیسے بڑے پبلشر ہندو مذہب اور کلچر پر کتابیں اور رسالے شائع
 کرتے رہتے ہیں۔ قدیم ہندو تعلیمات کو جدید زندگی میں کارگر بنانے کی کوششیں جاری
 ہیں۔ مختصر ہندو ازم آج بھی ایک زندہ مذہب ہے۔

(A Guide to Religion سے ترجمہ)





مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com